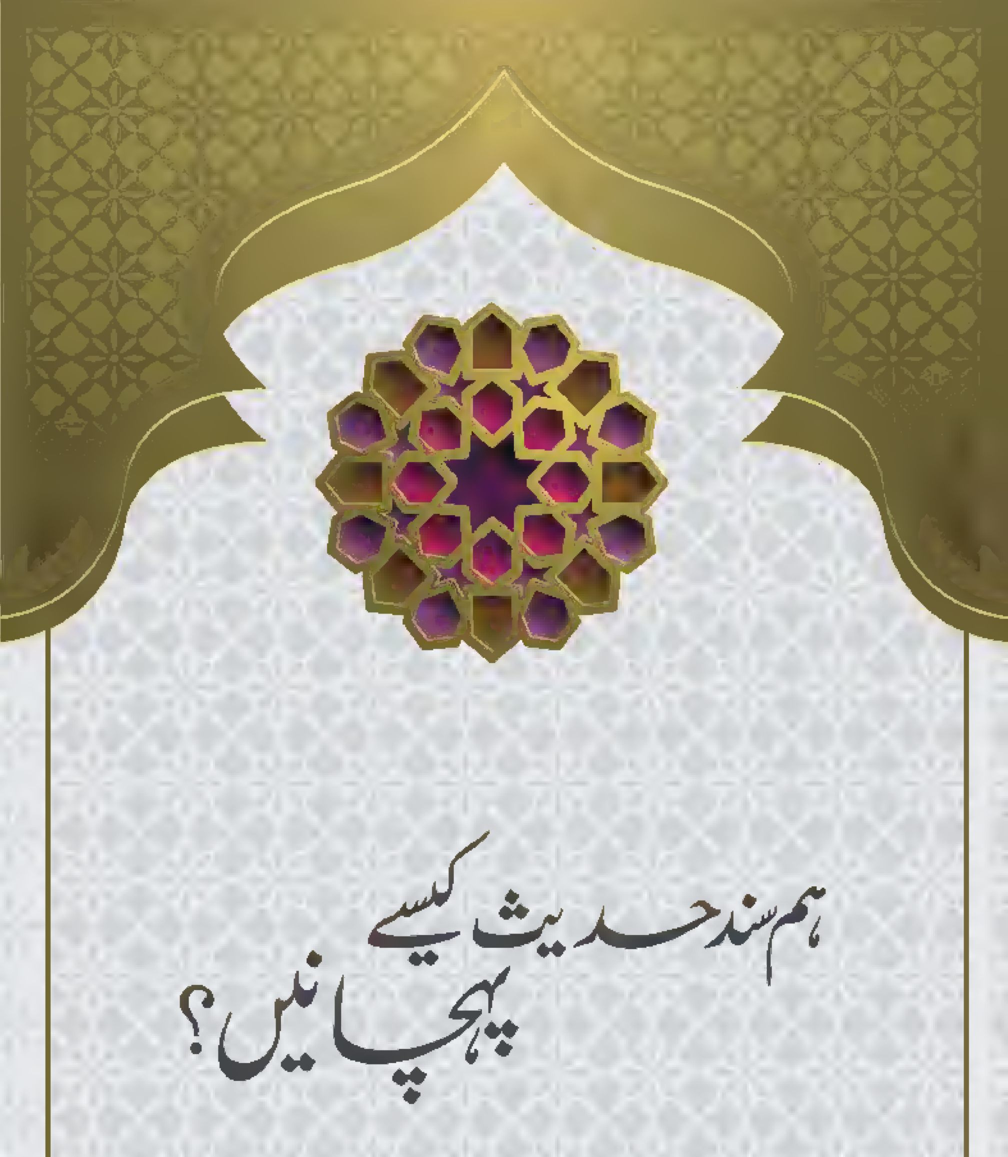


ہم سندِ حدیث کیسے پہچانیں؟

مولانا عبداللہ اسلم لاہوری

متخصص فی علوم الحدیث

جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

تلمیذ : محقق العصر حضرت مولانا عبدالحلیم چشتی صاحب رحمہ اللہ

المستوى الاوّل

ہم سند حدیث کیسے پہچانیں؟

مؤلف : مولانا عبداللہ اسلم لاہوری

تلمیذ: محقق العصر حضرت مولانا عبدالحلیم چشتی صاحب نوراللہ مرقدہٗ

شعبہ نشرواشاعت

عصر ایجوکیشنل اینڈ ویلفئیر ٹرسٹ لاہور

نام کتاب: ہم سند حدیث کیسے پہچانیں؟
مؤلف: مولانا عبداللہ اسلم لاہوری
اشاعتِ اوّل: فروری 2022ء
ناشر: عصر ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ)



عصر ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ)


+92 321 4515 66 2   +92 300 11 777 19


syedheshammagrabi@gmail.com


(Z) 0208 0102002917
(S) 0208 0102002885

Asr Education&Welfare
Meezan Bank Limted Dha IV Branch

E-1/A شفاء لین، گلی نمبر 6، کیولری گراؤنڈ۔ لاہور

فہرست



پیش لفظ

حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی کے تلمیذ رشید حضرت قاری یاسین صاحب مہتمم جامعہ دارالقرآن فیصل آباد اور ان کے صاحبزادوں جناب مفتی جمیل الرحمن رحیمی اور مفتی عزیز الرحمن رحیمی صاحبان کی خواہش ہے کہ ان کا مدرسہ جیسے علوم القرآن کی خدمات میں ممتاز ہے اسی طرح علوم الحدیث میں بھی ان کے خانوادہ کی برکات سے ایک عالم مستفیض ہو، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس خانوادہ کی علمی خدمات سے خلق کثیر نے فائدہ اٹھایا ہے اور یہ مبارک سلسلہ جاری وساری ہے۔

مفتی عزیز الرحمن صاحب سے بندہ کی چند ملاقاتیں ہوئی ہیں ان کی فکرو کوششیں بہت ہی قابل قدر اور قابل رشک ہیں۔

بہر حال ان حضرات نے علوم الحدیث پر ایک محاضرۃ کے لئے بندہ سے رابطہ کیا۔ اور بندہ یہاں لاہور میں مولانا ہشام مغربی صاحب کے تحت قائم ادارہ میں شعبہ علوم الحدیث میں خدمت کرتا ہے، اور وہاں مشاورت سے یہ طے ہوا تھا کہ ایسے محاضرات مفید ثابت ہوں گے لہٰذا ان کی اجازت سے اور زیر سرپرستی یہ محاضرۃ دارالقرآن فیصل آباد میں منعقد ہوا۔

اور یہ عنوان اختیار کرنے کا باعث یہ تھا کہ ہم جب دورۃ حدیث میں تھے تو جب سند کا سلسلہ ختم ہو کر متن شروع ہوتا تھا تب روایت کی سمجھ آنا شروع ہوتی تھی، سند کے رواۃ کون لوگ ہیں؟ وہ ہمارے نزدیک بس ایسے نام ہوا کرتے تھے جن کی ہمیں کوئی شناخت نہ تھی۔

درس نظامی میں اصول حدیث کے طور پر خیر الاصول اور نخبۃ الفکر دو کتابیں شامل نصاب تھیں وہ ہم نے پڑھیں، کچھ سمجھ آئی اور کچھ سمجھ نہ آئیں، کتاب یاد کر کے امتحان تو پاس کر لیا لیکن ان اصولوں کے عملی اجراء کا کوئی ذریعہ نہیں تھا لہٰذا جب امام ترمذی حدیث حسن صحیح فرماتے یا حسن کہہ کر حدیث پر حکم ذکر کرتے تو ہمیں کچھ پتا نہ چلتا کہ یہ روایت حسن ہے تو کیوں؟ اور حسن ہے تو کونسی حسن؟ لذاتہ یا لغیرہ؟ اور سند میں کس راوی کا ضبط خفیف ہے کہ روایت صحت کے مرتبہ سے گر کر حسن کے درجہ پر آ گئی؟

بڑے بڑے مشہور رواۃ حدیث، ائمہ محدثین ہماری نظروں سے گذرتے تھے اور ہم ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کی عملی تصویر ہوتے تھے کہ ہمیں ان حضرات کی قدر ومنزلت، ان کے علمی کارناموں اور ان کی سند حدیث میں موجودگی کی اہمیت کے بارے میں کچھ پتا نہیں تھا۔ پھر ایک زمانہ بعد جب حضرات اساتذہ کرام کی جوتیاں سیدھی کیں اور آنکھیں کھلیں تو پتا چلا یہ کام تو کچھ دشوار نہ تھا، وہ اسانید جن کی شناخت کو ہم نے بھاری پتھر سمجھ کر چھوڑ دیا کہ ان ہزاروں بلکہ لاکھوں رواۃ کے احوال کون یاد رکھے گا اور کیسے یاد ہوں گے کہ ہمارے حافظے تو متقدمین جیسے نہیں۔

جب عملی میدان میں قدم رکھا تو معلوم ہوا کہ امت کے محدثین نے اس سوال کا جواب دینے کے لئے صدیوں محنت کی ہے اور سند حدیث کی شناخت کو اتنا آسان کر دیا ہے کہ محنت کرنے والے کو اس کا سمجھنا اور پہچاننا کچھ دشوار نہیں۔

تو محدثین کی ان کوششوں کی قدردانی یہ ہے کہ ہم ان کے وضع کردہ طریقوں سے استفادہ کرتے ہوئے امت میں علوم الحدیث کی برکات کو پھیلائیں۔

خیر یہ محاضرۃ ہوا اور ساتھیوں کے تاثرات سے معلوم ہوا کہ احباب کو اس سے بہت فائدہ ہوا۔ اور اس محاضرۃ میں جو طریقہ بتایا گیا ہے وہ خود میرا آزمودہ ہے اور تجربات ہی کا نچوڑ ہے۔ بہت سے حضرات علماء کرام اور طلباء نے اس راستہ پر چل کر معرفت سند حاصل کی ہے اور بہت جلد اور بہت آسانی سے حاصل کی ہے، وللہ الحمد۔

تو ساتھیوں کی خواہش یہ تھی کہ اس طریقہ کار کو جو محاضرۃ میں ذکر کیا گیا تحریری طور پر مرتب کر لیا جائے تاکہ مزید نفع کا باعث ہو، اس پر ہمارے ادارہ کے سربراہ حضرت مولانا سید ہشام مغربی صاحب کے حکم پر ابتداء میں ایک قدرے مفصل رسالہ مرتب کیا، جس میں دوسو کے قریب مکثرین رواۃ کے حالات تھے۔ پھر احباب کے مشورہ پر اس کی تلخیص کر کے صرف ان رواۃ تک محدود کر دیا جو محاضرہ میں ذکر کیے گئے تھے، اور اس مفصل رسالہ کو مستوی ثانی کے طور پر طبع کرنے کا ارادہ ہو گیا۔ اب مستوی اوّل مع نقشہ جات مفیدۃ ہمارے ادارہ عصر ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ لاہور کے تحت طبع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مفصل حالات کے لکھنے میں نے علامہ ذھبی رحمہ اللہ کی کتاب سیرِ اعلام النبلاء کو بنیاد بنایا ہے اس لئے

جگہ جگہ حوالہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی، بعض مقامات تہذیب التہذیب اور تہذیب الکمال سے بھی چند چیزیں ذکر کرنے کی نوبت آئی، اور حکم وسن وفات لکھنے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تقریب التہذیب کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

یہاں ایک بات یہ ضرور ملحوظ رہے کہ یہ بالکل ابتدائی درجہ کی معرفت ہے، اور اس سے یہ مقصود نہیں کہ اس طرز سے حاصل شدہ آدھی ادھوری معرفت کی بنا پر احادیث پر حکم لگانے کی جرأت شروع کر دی جائے، احادیث پر حکم لگانے کے لئے محض سند کی معرفت کافی نہیں اس کے لئے بہت مہارت، تجربہ اور علم رسوخ کے ساتھ ساتھ محدثین کے معیارات کو ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔

سند حدیث کی معرفت تو اس باب میں پہلا قدم ہے۔ اگر کوئی شخص پہلے قدم پر ہی منتہین اور ماہرین کے کرنے والا کام کرنے لگے تو ظاہر ہے یہ ایک بڑی غلطی ہوگی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ معرفت اس فن میں مدخل کا کام دیتی ہے، اور جو شخص علوم الحدیث کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دے گا اسے قدم قدم پر اس کے نفع کا احساس ہوتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ اسے جمیع مسلمین کے لئے مفید بنائے اور امت میں علوم الحدیث بالخصوص رجال حدیث کی معرفت میں نشاۃ ثانیہ کا باعث ہو۔

فقط : عبداللہ اسلم لاہوری غفرلہ ولوالدیہ

نگران شعبہ علوم الحدیث (زیر اہتمام عصرا ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ۔ لاہور)



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مقدمة

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم!

قال اللّٰہ تبارک وتعالی ﴿انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون.﴾[1]

وقال تعالی ﴿وما آتٰکم الرسول فخذوه ومانھٰکم عنه فانتھوا.﴾[2]

وقال علیه الصلوة والسلام: نضر الله امرأ سمع منا شیئا فبلّغه کما سمع فربّ مبلّغٍ أوعی من سامع.[3]

وقال علیه السلام: بلغوا عني ولو آية، وحدثوا عن بني إسرائيل ولا حرج، ومن كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار، أو کما قال علیه الصلوة والسلام.[4]

اللہ تعالی نے اس آیت مبارکہ میں جیسے قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، ایسے ہی حدیث مبارکہ کی حفاظت کا بھی ذمہ لیا ہے، کہ حفاظت قرآن میں الفاظ کی حفاظت بھی شامل ہے، اور معانی ومفاہیم کی حفاظت بھی داخل ہے، اور قرآن مجید کے معانی اور مضامین کا صحیح فہم حدیث مبارکہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، تو احادیث چونکہ قرآن مجید کی توضیح، تفسیر اور تشریح ہیں، لہذا محدثین نے لکھا ہے کہ: حفاظت قرآن مجید کے ضمن میں ان کی حفاظت کا ذمہ بھی لیا گیا ہے۔

تو اس حفاظت کے لئے اللہ تعالی نے اسباب پیدا فرمائے ہیں، ان اسباب میں سے بنیادی سبب سند حدیث کے بیان کا اہتمام ہے۔

---

(۱) سورة الحجر، آیت ۹.

(۲) سورة الحشر، آیت ۷.

(۳) سنن ترمذی، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، رقم الحدیث۲۶۵۷.

(۴) صحیح البخاري، کتاب حدیث الأنبیاء، باب ماذکر عن بني اسرائیل، رقم الحدیث:۳۲۷۴.

سند کی اہمیت وافادیت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے مبارک دور کے بعد جب فتنوں کا آغاز ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آخری دور میں ہی سند کی ضرورت محسوس کی جانے لگی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: پہلے تو ہم ہر حدیث کو پوری توجہ سے لیا کرتے تھے، پھر جب لوگوں نے احادیث میں ادھر ادھر کی باتیں شامل کرنا شروع کر دیں، تو ہمیں محتاط ہونا پڑا، اب ہم صرف وہی روایت لیتے ہیں جس کا حدیث ہونا ہمیں معلوم ہوتا ہے، [1] ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: «انظروا عمن تأخذون دينكم» [2] یعنی خوب غور سے دیکھ لیا کرو کہ تم اپنے دین کا علم کن ذرائع سے حاصل کر رہے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ایسی روایات جن پر احکام شرعیہ کا مدار ہو اور ان کی بنیاد پر حلال وحرام، جائز وناجائز کے فیصلے ہوتے ہوں، ایسے لوگوں سے حاصل کرو جو اہل اور قابل اعتماد لوگ نہ ہوں، اور وہ تمہارے دین میں ایسی باتیں شامل کرنے کا سبب بن جائیں جو دین کا حصہ نہیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے "الإسناد من الدين، ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء، ولكن إذا قيل له: من حدثك؟ بقي." [3]

یعنی اسناد تو دین کا حصہ ہے، اگر اسناد نہ ہوتی تو کوئی بھی شخص جو چاہتا کہہ دیتا، لیکن جب اس سے یہ کہا گیا من حدثک؟ کہ یہ بات تم سے کس نے بیان کی اس کا نام پتا بتلاؤ، تو لوگ محتاط ہوئے اور دین کی حفاظت ہوگئی۔

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے یہاں (بقی) کا مفہوم یہ راجح قرار دیا ہے کہ (بقي مُفحَما) یعنی پہلے تو بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہا تھا، اب جب سند پوچھی گئی تو لاجواب ہوگیا۔

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ: جو شخص علم دین کو بلا سند حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی بغیر سیڑھی کے چھت پر چڑھنے کی کوشش کرے، پھر فرمایا: (بيننا وبين القوم القوائم) [4] یعنی ہمارے اور

---

(۱) صحيح مسلم، ۱/۱۳، دار احياء الترا ث.

(۲) صحيح مسلم، ۱/۱۴، دار احياء التراث.

(۳) تاريخ بغداد للخطيب، ۶/۱۶۴، دارالكتب العلمية.

(۴) الإسناد من الدين، ص۱۹، مكتب المطبوعات الإسلامية.

ان مبتدعین وگمراہ لوگوں میں ان اسانید ہی کا تو فرق ہے۔

ایک دفعہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس مقاتل بن سلیمان کی تفسیر دیکھی تو کہنے لگے: (یاله من علم لو كان له إسناد)[1] یعنی کیا ہی بہترین علم تھا اگر اس کی سند ہوتی۔

تو محدثین کے ہاں سند کے بیان کا یہ اہتمام تھا۔

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے سامنے ایک صاحب ابن ابی فروہ بلا سند احادیث پڑھنے لگے تو کہا: اے ابن ابی فروہ اللہ تعالیٰ پر تمہیں اتنی جرأت؟ کہ احادیث رسول کو ایسے بیان کرتے ہو کہ کوئی لگام و باگ نہیں؟ یعنی بلا سند ہی بیان کئے جا رہے ہو؟[2]

سفیان ثوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ: اسناد تو مؤمن کا ہتھیار ہے، اگر ہتھیار ہی نہ ہوگا تو کس چیز سے جنگ لڑے گا کبھی فرماتے: اسناد حدیث کی زینت ہے، جس نے اس کا اہتمام کیا وہ سعید ہے[3] شعبہ کہا کرتے تھے کہ جس حدیث کی سند نہیں وہ تو خلّ وبقل ہے، یعنی اس کی قیمت کم ہو جاتی ہے۔[4]

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ سند کے بغیر روایت کرنے والا رات کے اندھیرے میں لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح ہے، کہ کیا معلوم لکڑی کی جگہ کسی سانپ کو ہاتھ ڈال دے۔[5]

یزید بن زریع فرماتے تھے: ہر میدان کے شہسوار ہوتے ہیں، اور اس دین کے شہسوار اصحاب الاسانید ہیں۔[6]

علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: احادیث کے معانی کا سمجھنا نصف علم ہے، اور سند کے رجال کی معرفت نصف علم ہے۔[7]

---

(١) المصدر السابق.

(٢) المصدر السابق،ص١٨.

(٣) المصدر السابق.

(٤) المصدر السابق.

(٥) المصدر السابق.

(٦) الإسناد من الدين، ص ١٨، مكتب المطبوعات الإسلامية.

(٧) المحدث الفاصل،ص٣٢٠، دارالفكر.

سند حدیث اس امت کی خصوصیت ہے:

حافظ ابن حزم، ابن تیمیہ وغیرہ اور متعدد حضرات محدثین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ: سند حدیث کا اہتمام اس امت کی ایسی خصوصیت ہے جو امم سابقہ کو میسر نہ تھی، اور یہ تو عین مشاہدہ ہے کہ کسی بھی قوم وملت کے پاس ان کے انبیاء علیہم السلام کے احوال زندگی اور ان کی سیرت کسی قابل اعتماد ذریعہ سے محفوظ نہیں ہے، یہ فخر صرف امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کو ہی حاصل ہے۔

مقدمہ صحیح مسلم میں یہ چیزیں بیان کی گئی ہیں، اور تفصیل سے دیکھنی ہوں تو کتاب «المحدث الفاصل بين الراوي والواعي» اور علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی «الأجوبة الفاضلة» دیکھیں، نیز شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ کا ایک رسالہ « الإسناد من الدين ...» ہے اس میں یہ سب باتیں یکجا مل جاتی ہیں۔

تو ایک دور وہ تھا جب ایک ایک حدیث کو حاصل کرنے کے لئے مہینوں کے سفر کئے جاتے تھے، ان لوگوں کی نظر میں احادیث کی قیمت ہیرے جواہرات بلکہ ہفت اقلیم سے زیادہ تھی، کیا میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کو جو انہیں پہلے سے معلوم تھی اصل راوی سے سننے کے لئے دوسرے براعظم کا سفر نہیں کیا؟ اور یہ کوئی ایک واقعہ نہیں ہے، خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب «الرحلة في طلب الحديث» دیکھو، پوری کتاب صرف ان لوگوں کے واقعات پر ہے جنہوں نے صرف ایک حدیث کے لئے سفر کیا، مہینوں بیت جاتے ہیں، گرمیوں کی جھلستی دوپہریں اور سردیوں کی ٹھٹھرتی شامیں آتی ہیں، لیکن وہ سفر کی مشقتیں جھیلتے ہیں کس بات کے لئے؟ صرف اس لئے کہ اللہ تعالی کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہونٹوں سے نکلے ان قیمتی الفاظ کو اپنے سینوں میں محفوظ کرسکیں، جن کی قیمت سارے جہان سے زیادہ ہے، کہ ان پر امتوں کی کامیابی کا مدار ہے، اور ان پر قوموں کی ہدایت کے فیصلے ہوتے ہیں۔

تو اب کوئی شخص اگر چاہتا ہے کہ وہ ان متقدمین کے نقش قدم پر چلے، اور جہاں ان کا لہو گرا وہاں کم از کم اس کا پسینہ بہے، اور وہ محدثین کے اس قافلے کی پیروی کی خواہش کرے جن کی زندگیاں حفاظت حدیث میں صرف ہوئی تھیں، اور جن کے بارے میں ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ”: میں قیامت کے دن تمہارا شفیع ہوں گا ‘‘ تو اس کو کمر ہمت باندھ لینی چاہیے، اور راستے کے طویل ہونے سے

نہیں گھبرانا چاہیے، اوران لوگوں کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے جوخود اس راستے پرنہیں چلے، لہذااس سفرکی صعوبت کادعوی کرتے ہیں یااس کے نفع کاانکارکرتے ہیں، اس کا نفع ظاہر ہوچکا ہے، اورکوشش کرنے والوں کے لئے اس کی منازل آسان کردی گئی ہیں۔

موجودہ دورمیں معرفت سندکی ضرورت:

پھر یہاں یہ سؤال پیدا ہوتا ہے کہ اسناد کی جو اہمیت آپ نے بیان کی وہ اپنی جگہ، لیکن یہ اس وقت تک تھی جب تک احادیث مدون نہیں ہوئی تھیں، اب موجودہ دورمیں جبکہ احادیث کی تدوین کوبھی صدیاں گذرگئیں تو اسناد کی پہچان کا کیا فائدہ ہوگا؟

صحاح ستہ کی تدوین کے بعد تو اب ضرورت اس بات کی ہے کہ متن حدیث پر توجہ دی جائے نہ کہ سند کی پہچان میں وقت صرف کیا جائے۔

تو اس کا جواب سمجھنے کے لیے چند باتوں کا ملحوظ ہونا ضروری ہے:

(1) کسی بات کا حدیث رسول ﷺ ہونا سند پر موقوف ہے:

حافظ یحیی بن سعید القطان فرمایا کرتے تھے، متن حدیث کو نہ دیکھو بلکہ پہلے سند حدیث کو دیکھو اگر سند صحیح ہے تو فبہا ورنہ اس روایت سے دھوکہ میں مت پڑو یعنی وہ قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے۔[1]

علامہ ابن تیمیہ ﷫ فرماتے ہیں: کسی بھی حدیث سے استدلال اس وقت تک جائز ہی نہیں جب تک اس کا حدیث ہونا ثابت نہ ہوجائے۔اور یہ بطورنمونہ کے ہے ورنہ علماء کے اقوال اس باب میں بہت زیادہ ہیں اورامت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی بھی بات کا حدیث رسول ہونا اس کی سند پر موقوف ہے اسی بناء پر علی بن مدینی ﷫ فرماتے ہیں "معرفة الرجال نصف العلم والتفقه فی معانی الحدیث نصف العلم"[2] اورصحاح ستہ مرتب کرنے والوں نے اس بات کادعوی کبھی نہیں کیا کہ انہوں نے جمیع احادیث کا اپنی کتب میں استیعاب کیا ہے، احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب میں ہے تو اگر سند کی معرفت نہ ہوگی تو کسی بھی بات کے حدیث ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کیسے کرے گا؟ سند حدیث کی معرفت کے نہ ہونے کا ہی

---

(۱) الجامع لاخلاق الراوي وآداب السامع، ۱/۱۰۲، مکتبة المعارف.

(۲) المحدث الفاصل، ص۲۰۳، دارالفکر.

یہ نتیجہ ہے کہ معاشرے میں یہ رجحان زور پکڑتا جاتا ہے کہ ہر حدیث صحیح بخاری یا صحیح مسلم سے دکھاو، حالانکہ ان حضرات نے صحیح احادیث کا استیعاب نہیں کیا اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے تو صاف کہہ دیا کہ میں نے کب کہا کہ تمام صحیح احادیث میں نے اپنی کتاب میں جمع کر دی ہیں۔خود صحاح ستہ میں سے سنن اربعہ میں ضعیف روایات کے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا، بالخصوص سنن ابن ماجہ میں بہت سی روایات ضعیف ہیں جن کے ضعف کی کوئی تصریح بھی نہیں۔تو جس شخص کو اسانید کی معرفت نہ ہوگی وہ صحیح اور سقیم میں کیسے فرق کرے گا؟

اور موجودہ دور میں سوشل میڈیا کی بدولت ہر کس و ناکس کی رسائی ان ضعیف و موضوع روایات تک بھی ہوگئی جو پہلے کتب کے سینوں تک محدود تھیں اور عربی زبان سے واقفیت کے بغیر ان تک رسائی بہت مشکل تھی، کیا دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی الفردوس یا تاریخ الخلفاء کی روایات تک پہلے عوام کی رسائی تھی؟

اور کتنی ہی ضعیف و منگھڑت روایات جو کتب شیعہ وغیرہ سے اٹھا کر طرح طرح کے خوشنما عنوانوں سے مزین کر کے شب و روز سوشل میڈیا پر ڈالی جاتی ہیں، اور ایک عالم اور عامی دونوں اس روایت کا حکم پہچاننے سے قاصر ہوتے ہیں کیونکہ وہ عالم بھی اس عامی کی طرح سند کی معرفت سے قاصر ہے۔اسی بناء پر عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا بیننا وبین القوم قوائم کہ اہل باطل اور ہمارے درمیان اسی سند کا فرق ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ بلا سند کے روایات نقل کرنے والا رات کے اندھیرے میں لکڑیاں جمع کرنے والے کی مانند ہے کہ کیا معلوم کہ لکڑی سمجھ کر ہاتھ ڈالے اور اژدھا ہاتھ میں آجائے، تو یہ سند کی معرفت معمولی بات نہیں ہے، یہ تو باطل نظریات کی اس بھڑکتی آگ کو روکنے والی باڑ ہے جو خرمن شریعت کو خاکستر کرنا چاہتی ہے، یہ موضوعات و منکرات کے اس سیلاب کے سامنے سد سکندری ہے جو روز بروز بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

افراط و تفریط پر مبنی رویے اور ہمارا معاشرہ:

سوشل میڈیا پر ڈالی جانے والی روایت کے بارے میں افراط و تفریط کا شکار ہے، کہیں وہ لوگ ہیں جو بلا دھڑک ہر حدیث کو بلا تحقیق نقل کیئے جاتے ہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پر قصدا جھوٹ بولنے والے کا ٹھکانا جہنم میں بتلایا ہے اور کسی بات کو بلا تحقیق نقل کرنے والے کو بھی جھوٹوں میں شمار کیا ہے۔

دوسری جانب وہ حضرات ہیں جو اپنی واقفیت کے ناقص ہونے اور علم کی قلت کے باوجود احادیث مبارکہ پر حکم لگانے کی جرآت کرتے ہیں، نہ تو انہوں نے کسی سے باقاعدہ وہ فن سیکھا اور نہ ہی محدثین کے اصول

وضوابط میں مہارت حاصل کی نہ ان کے پاس سند حدیث کی معرفت ہے اور نہ اسے پرکھنے کی صلاحیت، وہ جدید ذرائع استعمال کر کے ہر دستیاب تحقیق کو لے لیتے ہیں اور اپنے نام سے نقل کرتے ہیں، یہ جانے بغیر کہ اس تحقیق کا محقق خود بھی فن حدیث سے آشنا ہے یا نہیں؟

یا اگر آشنا ہے تو اس کی تحقیق، دیانت اور محدثین کے مقرر کردہ ضوابط پر پوری اترتی ہے یا نہیں، اور وجہ یہ ہے کہ اس ناقل میں یہ سب پرکھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ تو ظاہر ہے اس صلاحیت کو پیدا کرنے کے لئے محنت کرنا ہوگی، اور اس کے لئے انہی راستوں پر چلنا ہوگا جن پر محدثین نے چل کر یہ علم حاصل کیا تھا، اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے محدثین جیسی محنت تو بالکل نہ کرنی پڑے اور وہ تحقیق کے میدان کے شہسواروں میں شمار کیا جائے اور ماہرین فن میں سے سمجھا جائے تو اس کا یہ خیال عبث اور اس کی آرزوئیں باطل ہیں۔

محدثین کی تاریخ سے ناواقفیت:

پھر یہ سوال درحقیقت محدثین کی تاریخ سے ناواقفیت کی بناء پر ہے، سائل سے یہاں پوچھنا چاہیے کہ مصطلح الحدیث کا فن کس دور میں مدون ہوا، اور اسماء الرجال کی کتب بالخصوص وہ کتب جو صحاح ستہ ہی کے رجال پر لکھی گئی ہیں جیسے تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب، سیر اعلام النبلا ءوغیرہ کتب ہیں یہ کب لکھی گئیں؟ صحاح کی تدوین سے پہلے یا بعد میں؟ اور یہ حافظ ابن صلاح، قاضی عیاض، حافظ عراقی، بلقینی، ابن تیمیہ، ابن کثیر یہ محدثین کس دور میں تھے؟ پھر علامہ عینی، حافظ ابن حجر، سخاوی و سیوطی کب گذرے ہیں؟ کیا ان حضرات محدثین کی محنتیں جو صحاح ستہ کی تدوین کے صدیوں بعد گذرے ہیں صرف متن حدیث تک ہی محدود تھیں؟ ایسا نہیں ہے بلکہ ان کے ہاں تو محدث وہی شخص شمار ہوتا تھا جو متون کے ساتھ ساتھ سند کی معرفت بھی رکھتا ہو، ورنہ اسے محدث ہی شمار نہ کرتے تھے۔

محدث کی تعریف دیکھیں: "هو من يشتغل بعلم الحديث رواية ودراية، ويطّلِع على كثير من الروايات، وأحوال رواتها."[1]

اور یہ دیکھیں کہ حافظ ابن سید الناس شارح سنن ترمذی جن کا انتقال ۷۳۴ھ میں ہے وہ کیا فرماتے ہیں:

---

(۱) تيسير مصطلح الحديث، ص ۴۱، مكتبة البشري.

"وأما المحدث في عصرنا فهو: من اشتغل بالحديث رواية ودراية، وجمع رواة، واطلع على كثير من الرواة والروايات في عصره، وتميز في ذلك حتى عرف فيه خطه؛ واشتهر فيه ضبطه، فإن توسع في ذلك حتى عرف شيوخه، وشيوخ شيوخه، طبقة بعد طبقة، بحيث يكون ما يعرفه من كل طبقة أكثر مما يجهله منها فهذا هو الحافظ."[1]

گویا محدث سے حافظ کے درجے کو ترقی کے لئے طبقہ درطبقہ رواۃ کی معرفت ضروری ہے۔ اور صاحب تہذیب الکمال علامہ مزی جن کا انتقال ۷۴۲ھ میں ہے ان سے جب حافظ کی تعریف پوچھی جاتی ہے تو وہ فرماتے ہیں:

"أقل ما يكون أن يكون الرجال الذين يعرفهم ويعرف تراجمهم وأحوالهم وبلدانهم أكثر من الذين لا يعرفهم، ليكون الحكم للغالب"[2] گویا محدثین کے ہاں وہ مدار ہی رواۃ کی معرفت کو قرار دیتے ہیں۔

یہ تو معروف بات ہے کہ محدثین کی محنت کا بنیادی میدان سند حدیث ہے جیسا کہ فقہاء کی محنت کا بنیادی میدان متن حدیث ہے۔ تو اب ہمارے ہاں فقہی رنگ غالب ہے تو متن پر محنت زیادہ ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسانید پر محنت کو فضول بتلایا جائے اور ان حضرات محدثین کی صدیوں کی محنت کو بیکار سمجھا جائے۔ اور تعجب تو ان لوگوں پر ہوتا ہے جو خود کو فن حدیث سے وابستہ قرار دیتے ہیں اور بزعم خود اس فن کے محققین میں شمار ہوتے ہیں، پھر سند حدیث پر محنت کو بیکار بتلاتے ہیں۔

یہ تو اتفاقی امر ہے کہ کسی بھی فن میں کمال اس فن کے باکمال لوگوں کے طرز کو اختیار کئے بغیر حاصل نہیں ہوتا، اور جو لوگ اس فن کے منتقل کرنے والے ہیں ان کی کوششوں اور محنتوں کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ محدثین کی محنتوں کو سمجھنا حفاظت حدیث کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے، اور جو شخص محدثین کے احوال اور اس بات سے ناواقف ہوگا کہ وہ کیسے ایک ایک راوی کو پرکھتے تھے اور ان میں سے اعدل و اضبط رواۃ کی تلاش میں کتنی محنت کرتے تھے، اور اسانید کے علو و صحت کے لئے ان کی قربانیاں کس درجے کی تھیں وہ حفاظت حدیث کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے قائم کردہ اس نظام کو کیسے سمجھے گا؟

---

(۱) الباعث الحثيث، ص ۱۳۹، دار ابن الجوزي.

(۲) شرح الفية للسيوطي، ص ۱۱۹، مكتبه الغرباء الأثرية.

پھر وہ منکرین حدیث کے اس پروپیگنڈے کا شکار ہوگا کہ معاذ اللہ یہ احادیث تو بعد میں گھڑلی گئی ہیں، اور اگر اس پروپیگنڈہ کا انکار بھی کرے گا تو وہ انکار مضبوط بنیادوں پر اور تحقیقا نہیں بلکہ تقلیدا ہوگا، اگر وہ محدثین کے احوال سے واقف ہوتا اور ان کے بے مثل تقوی اور بے نظیر حافظوں پر مطلع ہوتا اور اس نے گویا اپنی آنکھوں سے انہیں ایک ایک حدیث کے لئے شب و روز بلکہ مہینوں کی محنت کرتے دیکھا ہوتا اور یہ دیکھا ہوتا کہ احادیث کی حفاظت میں وہ قریبی ترین رشتہ داروں کی روایات بھی ان کے ضعیف ہونے کی بناء پر رد کردیتے ہیں اور ایک ایک راوی کے احوال کی تحقیق میں ایسے سفر کرتے ہیں کہ ان کو لوہے کی جوتیاں بنوانے کا کہا جاتا ہے تو وہ کسی منکر اور شر پسند کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہونے کے بجائے ان کو متاثر کرنے والا ہوتا اور ملکوں اور قوموں کے لئے اس کا وجود مینارہ ہدایت ہوتا۔

حدیث کا حکم معلوم کرنے میں دشواری:

درحقیقت علم الحدیث میں مشغول ہونے والے کے لئے یہ بات بہت قبیح ہے کہ اس کا علم اس کے سینے میں محفوظ ہونے کے بجائے محض کتب یا کمپیوٹر تک محدود ہو، اور اس کا سینہ رواۃ و اسانید کی معرفت سے بالکل خالی ہو۔ پھر اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ جب کسی حدیث کا حکم معلوم کرنے کی نوبت آئے گی تو وہ کسی دوسرے شخص کا حکم من و عن نقل کرنے پر مجبور ہوگا۔

اور امت میں اس وقت احادیث پر حکم کے معاملے میں بھی جو افراط و تفریط پائی جارہی ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی نہیں۔ کہ ایک طبقہ ایسا ہے جس کے ہاں ہر ضعیف روایت مردود کے درجہ میں ہے چاہے اس کا ضعف کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو، اور بسا اوقات یہ ضعف ایسا ہوتا ہے کہ جس کی بناء پر روایت حسن لذاتہ کے درجے تک کی ہوتی ہے اور تعدد طرق کی بناء پر صحیح لغیرہ کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے، لیکن یہ لوگ محدثین کے ہاں صدیوں سے طے شدہ ان ضوابط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس پر ضعیف کا حکم لگاتے ہیں، اور جہاں کہیں کوئی حدیث ان کے مطلب کے خلاف آتی ہے تو سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، یحیی بن ابی کثیر، ابو اسحاق السبیعی رحمھم اللہ جیسے ائمہ کو مدلس کہہ کر رد کردیتے ہیں، اور ہمارے رفقاء جو ناقل محض ہوتے ہیں ان کے اس حکم کو من و عن نقل کرتے ہیں، اب یہ ناقلین اگر ان ائمہ سے واقف ہوتے اور ان کے علمی کارناموں اور فنی مہارت پر مطلع ہوتے تو کبھی بھی اس خائن کی باتوں میں نہ آتے اور اس متعصب کی دھوکہ دہی کا شکار نہ ہوتے۔

اب یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشادات کی سخت ناقدری ہے کہ وہ امت کے ہاں قبول حدیث کے معروف پیمانوں پر پورا اترنے کے باوجود رد کر دی جائے اور ہم اتنے علمی انحطاط کا شکار ہوں کہ اس ناقدری کا ادراک کرنے کے بجائے اس میں حصہ دار قرار پائیں۔اور اس صورت میں ایک عامی اور اس ناقل میں جو خود کو عالم سمجھتا ہے کیا فرق ہوگا؟ ہر ہر روایت کے ہر ہر راوی کا کتب سے پرکھنا دشوار ہے پھر جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ رواۃ کے احوال پر کتب مدون کی جا چکی ہیں اور جدید ذرائع نے کام آسان کر دیا ہے لہذا مجھے رواۃ کی شناخت کی کیا ضرورت ہے؟ میں جس سند کی تحقیق کی ضرورت ہوگی ان کتب یا جدید ذرائع سے استفادہ کرلوں گا۔تو یہ شخص بہت بڑے دھوکے میں ہے اور اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص کلکولیٹر کی ایجاد کے بعد خود کو علم الحساب کی مبادیات کے سیکھنے سے بھی مستغنی سمجھے اور حساب میں جمع و تفریق سے بھی ناواقف رہے تو ایسا شخص کبھی اس فن میں کمال نہیں حاصل کرسکتا اور اس کی رائے اس فن میں بالکل ناقابل قبول ہوگی، اسی طرح جو شخص سند حدیث میں ائمہ کو بھی نہیں پہچانتا وہ کیسے ہر وقت ہر ہر راوی کی معرفت کے لئے کتب سے مراجعت کرے گا؟

اور اگر اتنی مشقت کر بھی لے تو وہ آسان راستہ اختیار کر کے ان ائمہ کی معرفت ہی کیوں نہیں حاصل کرلیتا؟ اب ایک شخص جو رواۃ کے احوال پر مطلع ہے وہ جب دیکھتا ہے کہ امام احمد بن حنبل یا علی بن مدینی، سفیان سے نقل کر رہے ہیں تو وہ فوراً سمجھ جائے گا کہ یہ سفیان ثوری نہیں، سفیان بن عیینہ ہیں کہ امام احمد بن حنبل اور علی بن مدینی رحمہما اللہ نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کا زمانہ نہیں پایا۔اب جو شخص رجال کے احوال سے ناواقف محض ہے وہ ان باتوں میں سے ہر ایک کے لئے کتب کی مراجعت کا محتاج ہوگا، تو جس شخص کی ہمت پہلے ہی کمزور ہے اور وہ معمولی محنت سے بھی عاجز ہو رہا ہے تو وہ کہاں یہ مراجعت کرے گا؟.

محدثین کی شروط و مناہج سمجھنے میں دشواری:

اکثر حضرات کے نزدیک شرط شیخین ان کے رجال ہیں بایں طور کہ اس کیفیت کو بھی ملحوظ رکھا جائے جس کیفیت پر شیخین نے ان رجال سے روایت لی ہے۔تو اب جو شخص رجال کو ہی نہیں جانتا اور کیفیت کا سمجھنا تو اور بھی بعید بات ہے، وہ کیسے کسی حدیث کے بارے میں فیصلہ کرے گا کہ وہ روایت شیخین کی شرط پر ہے یا نہیں؟ حافظ حازمی رحمہ اللہ نے رجال کے پانچ طبقات مقرر کئے اور اس کے مطابق صحاح ستہ کے مؤلفین کی

شروط سمجھانے کی کوشش کی، تو اب ان طبقوں کو سمجھنا بھی معرفت رجال پر موقوف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک شہرۃ بطلب الحدیث شرط ہے تو مشاہیر سے واقف ہوگا تو امام مالک رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق ہونا یا نہ ہونا بآسانی سمجھ لے گا۔ پھر امام ابوداود بہت سے مقامات پر سکوت کر جاتے ہیں، اس میں بعض اوقات شدید ضعیف روایات بھی آجاتی ہیں، حافظ ذھبی اور ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے ان کا ضعف اس قدر واضح ہوتا ہے کہ ہر شخص سمجھتا ہے تو ضعف کے بہت زیادہ معروف ہونے کی وجہ سے بیان کرنے کی بھی حاجت نہیں سمجھتے، اب ان حضرات کو کیا معلوم تھا کہ امت میں ایک دور ایسا بھی آئے گا کہ عام آدمی تو کجا امت کے علماء بھی اس ضعف کو نہیں پہچانیں گے، بلکہ اس معرفت کی کوشش کرنے کو فضول بتلائیں گے۔ پھر امام ترمذی رحمہ اللہ جو حکم لگاتے ہیں کسی روایت کو حسن کسی کو غریب، کسی کو حسن صحیح اور کسی کو حسن غریب کہتے ہیں، تو معرفت سند کے بغیر کیسے پتا چلے گا کہ کس راوی کا ضعف روایت کے درجے صحیح سے حسن کی طرف تنزل کا باعث ہوگیا۔ پھر موجودہ دور کے یہ محققین اپنا فہم ناقص ہونے کے باوجود امام ترمذی رحمہ اللہ کو متساہل قرار دیتے ہیں۔

محدثین کے اطلاقات کو سمجھنے میں دشواری:

محدثین کس لفظ کو کس معنی میں استعمال کرتے ہیں اس کا پتا محدثین کے تصرفات سے اچھی واقفیت کے بغیر نہیں چلتا، اسی طرح جرح وتعدیل میں ہر ایک کا اپنا مزاج ومقام ہے، پھر بعض محدثین ویسے تو ثقہ ہوتے ہیں لیکن کسی مخصوص شہر یا کسی مخصوص شیخ سے کی گئی ان کی روایات ضعیف ہوتی ہیں، یا کوئی شخص عمر کے آخر میں اختلاط کا شکار ہوگیا تو اس کی اس دور کی روایت ضعیف شمار ہوتی ہے، تو یہ سب تفصیلات رواۃ کے احوال سے ہی معلوم ہوتی ہیں۔ کہ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هذه امور جملية تدرك تفاصيلها بالمباشرة۔[1]

تو یہ تفاصیل تو کام کرنے سے ہی سمجھ آتی ہیں۔ لہٰذا جو شخص چاہتا ہے کہ وہ اپنے علم میں رسوخ کا حامل ہو اور احادیث کے مراتب میں فرق پر قادر ہو کہ قابل استدلال، قابل اعتبار اور متروک روایات میں فرق سمجھتا ہو تو اس کو تو بہرحال اس راستہ پر چلنا پڑے گا اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے تو سند حدیث کی معرفت کے حصول کو فرض کفایہ قرار دیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

أَن أصل الْإِسْنَاد خصيصة فاضلة من خَصَائِص هَذِه الْأمة، وَسنة بَالِغَة من السّنَن الْمُؤَكّدَة، بل

---

(۱) مقدمة ابن صلاح، ۱/۳۴ دارالفکر۔

من فروض الْكِفَايَة.[1]

توامت میں اس محنت کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ کسی شخص کو احادیث مبارکہ کی خدمت کی سعادت نصیب ہو، اور یہ محنت ان شاء اللہ اس کے لئے ذریعہ نجات اور صدقہ جاریہ ہوگی۔ اور چالیس احادیث کی حفاظت پر اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں خود اس کا سفارشی بن کر کھڑا ہو جاؤں گا، تو جو شخص پورے ذخیرہ احادیث کو محفوظ کرنے کے لئے اپنی توانائیاں، اپنی عمر اپنی صلاحیتیں صرف کر رہا ہے کیا وہ محروم رہے گا؟ ان شاء اللہ یہ خدمت حدیث دنیا میں بھی اس کو نفع دے گی اور آخرت کی بڑی کامیابی کا باعث ہوگی۔ واللہ الموفق والمعین وھو حسبی ونعم الوکیل.



---

[1] شرح شرح نخبة الفكر، ص۱۷۶، دارالأرقم لبنان.



رجال کے احوال یاد کرنے کا طریقہ

محدثین کے قوی حافظہ کا راز

سند کے مختلف حصے اور ان کی شناخت کا طریقہ کار

امام ترمذیؒ کے مشائخ مکثرین کا تعارف

مدار الاسانید حضرات کا تعارف

مکثرین صحابہ کرامؓ اور ان کے معروف تلامذہ کا تعارف

رجال کے احوال یاد کرنے کا طریقہ

سند سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے پہلے سند کے افراد کی بالخصوص ان میں سے مشاہیر اور کثیر الاستعمال رواۃ کی شناخت حاصل کرے، پوری پوری اسانید یاد کرنے کے درپے نہ ہو کہ یہ صورت دشواری سے خالی نہ ہوگی۔

کن رواۃ کو پہلے پہچاننا ہے اور کن کو بعد میں؟ اس پر گفتگو آگے آرہی ہے۔ ابھی یہ دیکھ لیں کہ جس بھی راوی کی شناخت کا مرحلہ آئے تو وہ شناخت کیسے حاصل کرنی ہے۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل طریقے اختیار کرے۔

رجال میں سے کسی کو بھی یاد کرنا ہو تو اس کے احوال ان کتب میں دیکھیے: "سیر اعلام النبلاء"، "تهذيب التهذيب"، "شذرات الذهب" وغیرہ کتب ہیں۔ "سیر اعلام النبلاء" ان میں سے سب سے بہترین ہے۔

وہاں راوی کا نام دیکھے، جس نام یا نسبت سے راوی مشہور ہے اس کی تحقیق کرے، اس کے تلامذہ اور مشائخ کو دیکھے، اس کے احوال اور واقعات سے آگاہی حاصل کرے، اس طرح اس شخص کا ایک خاکہ اور صورت اس کے ذہن میں بننی شروع ہوگی، جو رفتہ رفتہ تکرار و اعادہ سے اور اسانید میں اس کے بار بار آنے سے پختہ اور واضح ہوتی چلی جائے گی۔

تو ایک ڈائری بنالے اس میں ان راویوں کا خاکہ بنانا شروع کرے، اب دوبارہ قدرے تفصیل سے ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جو کسی شخصیت کے خاکہ میں درج کرنی چاہئیں:

(1) راوی کے نام کا ضبط:

جب راوی کے نام کی تحقیق کرے گا تو اس سے بھی اس راوی کی معرفت میں اضافہ ہوگا، ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ راوی اپنی کنیت، نسبت یا لقب سے مشہور ہوتا ہے، مثلاً: اصحاب صحاح ستہ کو ہی دیکھ لیں، امام بخاری ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداود یہ ان کے نام نہیں ہیں، تو جس راوی کا نام معروف نہ

ہواس کے نام کی تحقیق بھی اس کی معرفت میں اضافہ کرتی ہے۔
اسی طرح نام کا درست تلفظ معلوم نہیں تو اس کی تحقیق کر لے، اعلام کے ضبط کے لئے ابتدائی مرحلہ میں ہندوستان کے ہی ایک عالم علامہ طاہر پٹنی رحمہ اللہ کی کتاب «المغنی فی ضبط أسماء الرجال» کے نام سے مشہور ہے اس سے استفادہ کرے۔

(2) راوی کی نسبت کا ضبط:

راوی کی نسبت کی تحقیق کرے کہ مثلاً: قتادہ بن دعامہ السدوسی، تو یہ « سدوس» کیا ہے کوئی قبیلہ ہے یا کسی علاقے کا نام ہے؟ اور بفتح السین سَدوسی ہے یا بضم السین سُدوسی؟
انساب کی تحقیق کے لئے سمعانی کی « الأنساب» بہترین ہے، پھر اس کی تلخیص ابن اثیر نے "اللباب في تهذيب الأنساب" کے نام سے کی، پھر علامہ سیوطی کو خیال آیا کہ اس میں جو نسبتوں کے اعراب کا ضبط ہے اسے علیحدہ سے مرتب کر دینا چاہئے، لہذا انہوں نے « لب اللباب» کے نام سے اس کا اختصار لکھ دیا، تو اس سے انساب کا درست تلفظ معلوم ہو جاتا ہے۔

(3) راوی کے مشہور شیوخ وتلامذہ:

شیوخ اور تلامذہ کا جاننا راوی کی معرفت اور دوسرے لوگوں سے اس کے ربط جاننے کا نیز اس کا طبقہ و زمانہ جاننے کا بہترین ذریعہ ہے۔
ہر راوی کے بارے میں ابتداءً صرف تین شیوخ اور تین تلامذہ یاد رکھے، اور کوشش کرے کہ ان میں سے مشاہیر یا بکثرت روایت لینے والوں کا انتخاب کرے۔

مثلاً:

وکیع بن الجراح مشہور محدث ہیں، لیکن اگر بتایا جائے کہ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے استاد ہیں تو اب دیکھیں ان کی پہچان کس قدر بڑھ جاتی ہے۔

(4) راوی کے بارے میں کوئی ایسی بات جس سے اس کا خاکہ ذہن میں بیٹھ جائے:

مثلاً قتادہ بن دعامہ السدوسی ہیں:

یہ مادر زاد نابینا تھے، ان کا حافظہ ضرب المثل تھا، خود فرماتے ہیں: میں نے کبھی کسی محدث کو یہ نہیں کہا کہ دوبارہ بتاو، پہلی دفعہ میں ہی یاد ہو جاتا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا «صحیفہ» ان کے سامنے پڑھا گیا تو ایک ہی بار میں مکمل یاد ہو گیا۔

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ میرے کانوں میں کوئی چیز ایسی داخل نہیں ہوئی جسے میں بھول گیا ہوں، اب بات ان کی درست تھی، لیکن شاید یہ دعوی کی صورت ہوگئی جو اللہ تعالی کو پسند نہ آئی، تو اپنے غلام سے کہنے لگے کہ: میرے جوتے تو لاؤ، غلام نے کہا: وہ تو آپ کے پاؤں میں ہیں! تو یہ بات ہی بھول گئے کہ جوتے پہنے تھے یا نہیں۔

اب دیکھیں جب یہ واقعہ سامنے ہو تو قتادہ رحمہ اللہ کی شخصیت کی ایک ایسی معرفت حاصل ہوتی ہے، کہ وہ دوسرے لوگوں سے وہ ایسے ممتاز ہو جاتے ہیں کہ جب بھی وہ سند میں آئیں گے، طالبعلم فوراً پہچان لے گا کہ یہ وہی قتادہ ہیں جن کے حفظ کے قصے مشہور ہیں۔

(5) محدثین کا اس راوی کے بارے میں حکم:

حکم کا جاننا راوی کے سند میں موجود ہونے کے اثرات معلوم کرنے کے لئے بھی بہت ضروری ہے، نیز اس حکم سے بھی راوی کو یاد رکھنے میں مدد ملتی ہے، مثلاً پیچھے: وکیع بن الجراح کا تذکرہ گذرا، وہ خود تو امام ہیں، لیکن سفیان بن وکیع جو ان کے بیٹے ہیں محدثین نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے، اور اس کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ: ان کی ایک کاغذ فروش سے دوستی تھی، اور وہ گڑبڑ کرتا تھا، اور حدیث موقوف کو مرفوع یا مرسل کو موصول بتاتا یا رواۃ میں تبدیلی کر دیتا، اور یہ اس کی تلقین کو قبول کرلیا کرتے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ محدثین کے ہاں ضعیف قرار پائے۔

تو اب دیکھیں: یہ حکم دیکھنے کے بعد سفیان بن وکیع کی بلکہ ان کے والد صاحب کی شناخت کو بھی تقویت ہوگئی کہ وہ خود تو امام تھے، لیکن بیٹے کے ساتھ یہ معاملہ ہوا۔

اور حکم تلاش کرنے میں دشواری ہو تو حافظ ابن حجر ﷫ کی «تقریب التھذیب» اور حافظ ذھبی کی «الکاشف» سے مدد لے۔

6۔راوی کی تاریخ وفات یا طبقہ:

یہ بھی کتب رجال سے بآسانی جانا جاسکتا ہے۔اور اس سے راوی کا زمانہ متعین کرنے میں آسانی ہوتی ہے جس سے ایک نام یا کنیت کے دو رواۃ میں فرق جاننا بھی سہل ہوتا ہے، نیز سند کا اتصال وانقطاع، ارسال وتدلیس وغیرہ امور پہچاننے میں بڑی سہولت ہو جاتی ہے۔اختصار کے ساتھ رواۃ کے طبقات جاننے کے لئے حافظ ذھبی ﷫ کی «المعین فی طبقات المحدثین» بہت مفید ہے۔

محدثین کے قوی حافظہ کا راز:

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ: محدثین کو کیسے ہزاروں بلکہ لاکھوں رواۃ کے احوال یاد ہو جاتے تھے؟ چلو مان لیا کہ ان میں سے بعض حضرات کا بلکہ اکثر کا حافظہ بہت قوی تھا، لیکن سب کے بارے میں تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ: ان کا حافظہ بہت مضبوط تھا، لیکن جب ہم اس دور کے عمومی احوال دیکھتے ہیں تو ہر محدث چاہے وہ قوی الحفظ ہو یا نہ ہو رواۃ کی ایک بڑی تعداد کو جاننا پہچانتا ہے، تو اس کی بنیاد ایک ماحول اور روز کا مذاکرہ تھا، کہ باقاعدہ علمی مجلسیں جم رہی ہیں ایک ایک راوی کو لے کر اس پر گفتگو ہو رہی ہے، اس کے واقعات وحالات زیر بحث ہیں، تو جب بار بار اس شخص کا تذکرہ ہوتا تھا تو وہ پہچان میں آجاتا تھا، لہذا محدثین کو کتابوں سے رٹا لگا کر اسماء واحوال یاد کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

تو اب بھی وہی مذاکرہ کی صورت اپنانے کی ضرورت ہے، چاہے وہ مذاکرہ ساتھیوں سے تکرار کی شکل میں ہو، یا کتابوں سے اعادہ کی شکل میں، یا کاپیوں پر خاکہ اور نقشہ جات بنا کر محفوظ کرنے کی کوشش میں ہو۔

نیز روزانہ کا دہرانا بھی کسی چیز کو یاد کرنے میں بڑی اہمیت رکھتا ہے، مشاہیر رواۃ کی ایک مختصر تعداد کو لے لے جیسا کہ آگے آرہا ہے، اور روزانہ ان کے مختصر احوال جو اس نے اپنے ہاتھ سے اپنی ڈائری میں لکھ رکھے ہیں ان پر ایک نظر ڈال لیا کرے، ہفتہ دس دن بعد وہ ازبر ہو جائیں گے، تو پھر آگے بڑھے۔

پھر یہاں ایک بات واضح رہے کہ: یہاں ابتداء میں بہت کامل درجے کا مطالبہ نہیں ہے کہ ہر ہر راوی کے جمیع شیوخ وتلامذہ کے نام یاد رکھے، اور جمیع احوال اور اس کے بارے میں محدثین کے سب اقوال اس کو یاد ہوں، اور فر فر سنا دے، یہ مقصود نہیں ہے۔

یہاں تو ابتداءً ادنی درجے کی شناخت جس سے وہ فرد پہچان میں آجائے، بس اتنا کافی ہے، پھر مستقل مزاجی سے روزانہ کی بنیاد پر یہ کام کرتا رہے گا، تو اس کی معرفت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

ترتیب یاد کرنے میں وقت صرف نہ کریں:

بسا اوقات طلباء کسی چیز کی ترتیب کو یاد کرنے میں بہت صلاحیت اور توانائی صرف کر دیتے ہیں، پھر جب مشکل لگتا ہے تو چھوڑ دیتے ہیں، مثلاً ابن شہاب زہری کے پچیس شاگرد یاد کرنے کو دیئے تو وہ کوشش کرتا ہے کہ جیسے (قرآن مجید) کی آیات ترتیب سے آگے پیچھے مرتب ہوتی ہیں، اسی طرح بہر حال مرتب طور پر یاد ہو، اور ایک فہرست کی شکل میں وہ اسے انگلیوں پر شمار کرا سکے۔

اب اس کی ساری صلاحیت ترتیب یاد کرنے میں لگتی ہے کہ اس لسٹ میں پہلے کونسا راوی تھا اور اس کے بعد کونسا اور اس کے بعد کونسا؟ حالانکہ یہ ترتیب یہاں مقصود نہیں، یہ تو بہت بعد کا مرحلہ ہے، یہاں یہ مقصود ہے کہ راوی جب اس کے سامنے آئے اس کی کچھ شناخت اسے ہو، اور سند میں اس کی موجودگی کے اثرات سے واقف ہو، بس فی الحال اتنا کافی ہے۔

تو کام کا طریقہ کار کیا ہوگا یہ تو واضح ہوگیا، اب عملاً کام شروع کرتے ہیں۔



سند کے مختلف حصے اور ان کی شناخت کا طریقہ کار

سند کو پہچاننے کے لئے اُس کے تین حصے کئے جاسکتے ہیں:

(1) ابتداء سند:

اس سے مراد سند کا وہ حصہ ہے جہاں سے صاحب کتاب سند بیان کرنا شروع کرتا ہے اور کہتا ہے حدثنا فلانٌ ... الخ یعنی صاحب کتاب کے مشائخ کا جو طبقہ ہے وہ ابتداء سند میں آئے گا۔تو ہم اس مرحلہ میں امام ترمذیؒ کے ان مشائخ کا تذکرہ کریں گے جن سے وہ بکثرت روایات لیتے ہیں،اوران میں سے ۹ حضرات ایسے ہیں جن سے امام ترمذیؒ نے ۱۰۰ سے زیادہ روایات لی ہیں،ان حضرات کی روایات کی مجموعی تعداد نصف کتاب سے بھی زیادہ ہے کہ ان کی روایات کی مجموعی تعداد ۲۵۲۵ بنتی ہے،اور سنن ترمذی کی روایات کی کل تعداد ۳۹۵۶ ہے، پھر ان کے ساتھ ۱۱۰ یسے افراد شامل کیے جائیں جن کی روایات ۵۰ سے زیادہ ہیں تو ان حضرات کی روایات کی مجموعی تعداد دوتہائی کتاب سے بھی زیادہ بنتی ہے۔تو ہم اس مرحلہ میں ان ۱۹ افراد کی شناخت کریں گے۔ان میں سے پہلے ۹ حضرات کے مفصل حالات بھی اس رسالہ میں ذکر کیے گئے ہیں۔

گو یہاں ہم نے سنن ترمذی کی سند کو بنیاد بنایا ہے لیکن درحقیقت یہ صحاح ستہ کی اسانید کی بات ہے کیونکہ وسط سند اور انتہاء سند تو سب میں مشترک ہے اور مشائخ میں سے بھی بہت سے حضرات دیگر کُتبِ صحاح کے مؤلفین کے بھی مشائخ ہیں۔

(2) وسط سند:

اس سے مراد سند کا وہ حصہ ہے جس میں سند کے درمیان کے رواۃ زیر بحث آئے گے اس کی شناخت کے لئے اس مستوی پر ہم نے حضرت علی بن مدینیؒ کا مشہور قول رکھا ہے،اس میں معروف اور مکثر رواۃ کی بنیادی شناخت میں کافی مدد ملتی ہے۔

(3) انتہاء سند:

اس حصہ میں مکثرین صحابہ اور اُن کے مشہور تلامذہ کا تعارف کروایا گیا ہے۔



ابتداء سند کی پہچان:

امام ترمذی کے وہ شیوخ جن سے وہ بکثرت روایت لیتے ہیں۔

سو روایات سے زیادہ والے مشائخ:

(1) قتیبہ بن سعید 606 روایات

(2) محمد بن بشار 432 روایات

(3) محمود بن غیلان 293 احادیث

(4) ہناد بن السری 263 احادیث

(5) احمد بن منیع البغوی 260 احادیث

(6) محمد بن یحیی بن ابی عمر العدنی۔ 174 روایات

(7) محمد بن العلاء ہمدانی (ابو کریب کوفی) 177 روایات

(8) علی بن حجر السعدی 163 روایات۔

(9) عبد بن حمید الکشی 157 روایات۔

سو روایات سے کم والے مشائخ:

(10) اسحاق بن موسی بن عبداللہ الخطمی 89 روایات

(11) حسن بن علی بن محمد الحلوانی 72 روایات

(12) سوید بن نصر المروزی 70 روایات

(13) حسین بن حریث الخزاعی 64 روایات

(14) عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی 62 روایات

(15) محمد بن المثنی 62 روایات

(16) نصر بن علی بن نصر الجھضمی 57 روایات

(17) سفیان بن وکیع بن الجراح 53 روایات

(18) اسحاق بن منصور الکوسج 53 روایات

(19) عبداللہ بن سعید بن حصین الکندی 46 روایات



وسط سند کی پہچان:

مدار الاسانید حضرات کا تعارف:

علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"نظرت فاذا علم الأسانید یدور علی ستة نفر"

کہ میں غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ علم الاسانید کا مدار چھ اشخاص پر ہے۔

پہلا طبقہ:

مدینہ منورہ میں:

(1) محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزہری

اہل مکہ میں:

(2) عمرو بن دینار الجمحی المکی

اہل بصرہ میں:

(3) یحی بن أبي کثیر البصری الیمامی الطائی

(4) قتادۃ بن دعامۃ السدوسی

اہل کوفہ میں:

(5) أبو اسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی

(6) سلیمان بن مہران الأعمش

دوسرا طبقہ

اصحاب الاصناف پھر ان چھ اشخاص کا علم بارہ حضرات کی طرف منتقل ہوا جنہیں بقول حافظ ابن مندۃ رحمہ اللہ "أصحاب الأصناف" کہا جاتا ہے جنہوں نے علم حدیث میں تصنیف کی۔

ان میں سے تین علیحدہ علیحدہ شہروں کے ہیں اور دو مکہ کے، دو مدینہ کے اور پانچ بصرہ کے۔

تین علیحدہ علیحدہ شہروں کے یہ ہیں:

اھل کوفہ میں:

(1) سفیان بن سعید بن مسروق الثوری

اھل شام میں:

(2) عبدالرحمن بن عمرو الأوزاعی

اھل واسط میں:

(3) ھشیم بن بشیر

اھل مکہ میں:

(4) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج

(5) سفیان بن عیینہ

مدینہ منورہ میں:

(6) مالک بن انس

(7) محمد بن اسحاق بن یسار

یہ وہ ابن اسحاق ہیں جنہوں نے سیرت پر سب سے پہلی کتاب لکھی، جو سیرت ابن اسحاق کے نام سے مشہور ہے۔ (یہ دونوں حضرات امام زہری رحمہ اللہ کے اصحاب میں سے ہیں)

اھل بصرۃ میں:

(8) سعید بن ابی عروبہ

(9) حماد بن سلمہ البصری

(10) أبو عوانہ الوضاح بن عبداللہ الیشکری

(11) شعبہ بن الحجاج

(12) معمر بن راشد البصری

تیسرا طبقہ

دوسرے طبقہ کے (ان بارہ حضرات کا علم چھ اشخاص کی طرف منتقل ہوتا ہے)

(1) یحی بن آدم

(2) یحی بن زکریا بن أبی زائدہ

(3) یحی بن سعید القطان

(4) عبداللہ بن مبارک حنظلی

(5) عبدالرحمن بن مہدی

(6) وکیع بن الجراح بن ملیح

حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں علی بن مدینی رحمہ اللہ نے اس آخری طبقہ میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا تذکرۃ نہیں کیا حالانکہ وہ ان مذکورہ بالا حضرت میں زیادہ بلند مقام کے حامل تھے۔



انتہاء سند کی پہچان:

مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعارف:

اس مرحلہ میں ہم مکثرین صحابہ رضی اللہ عنہم کی اور ان کے مشہور تلامذہ کا تعارف حاصل کریں گے۔ مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مراد وہ صحابہ ہیں، جن کی روایات ایک ہزار سے زائد ہیں، اور وہ سات صحابہ ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ 5374 روایات

(2) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ 2630 روایات

(3) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ 2286 روایات

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا 2210 روایات

(5) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ 1660 روایات

(6) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ 1540

(7) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ 1170.

أصحاب المئين:

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جن کی روایات سینکڑوں میں ہیں ان کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، ان میں سے تین حضرات کی روایات پانچ سو سے زیادہ ہیں۔

(8) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ 848 روایات

(9) عبداللہ بن عمرو بن عاص 700 روایات

(10) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ 537 روایات

ان دس صحابہ رضی اللہ عنہم پر اکثر احادیث کا مدار ہے۔

پھر ان کے علاوہ جو حضرات اہل فتوی کے طور پر مشہور تھے جیسے حضرات شیخین یا حضرت زید بن

ثابت، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ان کے احوال محفوظ کرے۔

پھر صاحب مشکوۃ علامہ خطیب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے خود یہ کام کیا ہے کہ "الاکمال فی معرفۃ الرجال" کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں ان صحابہ اور تابعین رحمۃ اللہ علیہ کے احوال جمع کئے ہیں جن کی روایات مشکوۃ میں آئی ہیں اور اکثر و بیشتر صحابہ جن سے احادیث نقل کی جاتی ہیں ان کے اسماء اس میں آ گئے ہیں۔

یہ رسالہ کتاب مشکوۃ المصابیح کے آخر میں چھپا ہوا ہے لیکن کم ہی کوئی دیکھنے کا اہتمام کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس پر شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بطور مصنف چھپا ہوا ہے جبکہ اس رسالے کی آخری سطریں دیکھیں خود صاحب مشکوۃ رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف اس رسالے کی تالیف کا تذکرہ کیا ہے بلکہ اس کے مکمل ہونے کی تاریخ اور اپنے شیخ علامہ طیبی کو سنانے کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

تو اس رسالہ سے دیکھ کر صحابہ و تابعین کی معرفت میں آگے بڑھے۔

پھر اگر کسی صحابی کا تذکرہ اس رسالہ میں نہ ملے تو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی "الإصابہ" سے مدد لے لے۔

مکثرین صحابہؓ کے مشہور شاگرد:

اب جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معرفت کسی درجہ میں حاصل ہوگئی تو ان سے نقل کرنے والے کبار تابعین کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور وہ بالترتیب ذکر کئے جاتے ہیں۔

اصحاب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے چھ زیادہ مشہور ہیں۔

امام ابو داودؒ کہتے ہیں میں نے یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث کی نقل میں کون زیادہ قابل اعتماد ہے تو انہوں نے فرمایا کہ:

(1) سعید بن المسیب

(2) ابو صالح ذکوان

(3) ابن سیرین

(4) (سعید) المقبری

(5) (عبد الرحمن بن ہرمز) الاعرج

(6) ابو رافع (مولی آل عمر)[1]

ان چھ کیساتھ دو حضرات کا اور اضافہ کرلیں تو یہ فہرست اور جامع ہو جاتی ہے۔

(7) ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف۔

(8) ہمام بن منبہ۔

اصحاب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ:

(1) ان کے بیٹے سالم رحمۃ اللہ علیہ

(2) ان کے مولی نافع رحمۃ اللہ علیہ

(3) ان کے مولی عبد اللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ

اصحاب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

(1) قتادہ بن دعامہ السدوسی

(2) ابن شہاب الزہری

(3) ثابت البنانی

(4) حمید بن ابی حمید الطویل

(5) عبد العزیز بن صہیب

اصحاب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا:

(1) ان کے بھانجے حضرت عروہ بن الزبیر رحمۃ اللہ علیہ

(2) ان کے بھتیجے قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ

---

(۱) تهذيب التهذيب ،في ترجمة ابو صالح ذكوان.

(3) مسروق بن الاجدع رحمۃ اللہ علیہ

(4) اسود بن یزید النخعی رحمۃ اللہ علیہ

(5) عمرہ بنت عبدالرحمن الانصاریہ رحمہم اللہ

(6) یحیی بن سعید الانصاری رحمۃ اللہ علیہ

(7) ابوسلمہ رحمۃ اللہ علیہ

اصحاب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ:

(1) ان کے مولی عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ

(2) سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ

اصحاب حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ:

(1) ابوالزبیر محمد بن مسلم المکی

(2) عطاء بن ابی رباح

اصحاب حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ:

(1) ابوصالح

(2) عطاء بن یسار

اصحاب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

(1) علقمہ بن قیس النخعی

(2) ابووائل شقیق بن سلمہ الاسدی۔

اصحاب حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ:

ان کی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند زیادہ معروف ہے۔

اصحاب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ :

(1) قیس بن ابی حازم

(2) عبیدہ السلمانی (1)

(3) علقمہ بن قیس

یہ مکثرین صحابہ کے مشہور تلامذہ کا کچھ تعارف ہو گیا۔

اس میں دیکھیں دو چار نام ہی ذہن نشین کرنے ہیں، کوئی مشکل بات نہیں، پھر رفتہ رفتہ اسی طرح دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشہور تلامیذ کو دیکھا اور یاد کیا جاسکتا ہے۔





امام ترمذیؒ کے نو (۹) مشائخ کے تفصیلی حالات

مدار الاسانید حضرات کا مفصل تعارف

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معروف تلامذہ کا مفصل تعارف

امام ترمذیؒ کے نو (۹) مشائخ کے تفصیلی حالات

(1) قتیبۃ بن سعید

الأسم	أبو رجاء قتيبة بن سعيد بن جميل بن طريف الثقفي البلخي البغلاني
الشهرة	قتيبة بن سعيد الثقفي
المسكن	بغلان أفغانستان حاليا
الرتبة	ثقة ثبت
الوفاة	۲۴۰ھ

حالات

یہ بلخ کے علاقے بغلان کے رہنے والے تھے جو موجودہ دور میں افغانستان کا علاقہ ہے پھر بغداد میں ایک عرصہ تک رہے ہیں۔ پہلے علم رائے میں مشغول تھے فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ آسمان سے ایک مشکیزہ اترا جس نے مشرق تا مغرب کے علاقے کو گھیر لیا اور لوگ بڑھ بڑھ کر اس مشکیزے میں جو چیز تھی اسے حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن کامیاب نہیں ہوتے، میں نے آگے بڑھ کر کوشش کی تو میں کامیاب ہوگیا، صبح اٹھ کر ایک بزرگ جو خوابوں کی تعبیر کے ماہر تھے ان کی خدمت میں گیا تو وہ کہنے لگے بیٹا تم علم حدیث حاصل کرو کیونکہ یہ وہ علم ہے جو مشرق و مغرب تک پھیل جائے گا۔ پھر یہ علم حدیث میں مشغول ہوئے، اور ان کے خواب کی تعبیر آج کھلی آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہے کہ صرف امام ترمذی ہی نہیں دیگر حضرات صحاح ستہ کے بھی بڑے استاد ہیں جن سے سب نے بکثرت روایات لی ہیں، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ باقی تمام حضرات صحاح ستہ ان کے براہ راست شاگرد ہیں، البتہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے بالواسطہ روایت لی ہے۔ ان کا زمانہ تدریس بہت طویل ہوا ہے اس لیے ان کا فیض خوب پھیلا، حمیدی بھی ان کے شاگردوں میں سے ہیں اور محمد بن فضل الواعظ بھی، اور ان دونوں میں (۱۹۸ اٹھانوے) سال کا فاصلہ ہے۔ ۲۴۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔[1]

---

[1] سير اعلام النبلاء ۱۱/۱۳مؤسسة الرسالة تهذيب التهذيب۵/۶۶۱دارالحديث قاهرة، شذرات الذهب۳/۱۸۲ دار ابن كثير.

(2) محمد بن بشار (بندار)

الاسم	أبو بكر محمد بن بشار بن عثمان بن داؤد بن كيسان العبدي البصري
الشهرة	محمد بن بشار بندار
المسكن	البصرة
الرتبة	ثقة
الوفاة	۲۵۲ھ

حالات

یہ مشائخ تسعہ میں سے ہیں، مشائخ تسعہ ان نو حضرات کو کہتے ہیں جن سے صحاح ستہ کے تمام مؤلفین نے براہ راست علم حاصل کیا ہے۔ ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب التوحید میں ان کا تذکرہ یوں کیا ہے أخبرنا إمام أهل زمانه في العلم والأخبار محمد بن بشار. ان کا لقب بُندار ہے کہ بُندار اس تاجر کو کہا جاتا ہے جس کے پاس ہر طرح کا سامان موجود ہو ان کے پاس چونکہ ہر طرح کی روایت مل جاتی تھی اس لئے ان کو بندار کہا جانے لگا، ان کے پاس اتنی کثرت سے روایات تھیں کہ امام ابو داود فرماتے ہیں: میں نے ان سے پچاس ہزار احادیث لکھی ہیں، حالانکہ والدہ کی خدمت کی ضرورت کی وجہ سے یہ بصرۃ میں ہی رہے، والدہ کے انتقال کے بعد آخری عمر میں چند اسفار کئے ہیں۔ بصرہ میں ان کے بڑے استاذ یحیی بن سعید القطان تھے، خود فرماتے ہیں میں ان کی خدمت میں بیس سال تک جاتا رہا اور اگر اس کے بعد بھی وہ زندہ رہتے تو میں مزید بھی ان کی خدمت میں جاتا، انہوں نے ۱۸ سال کی عمر سے حدیث مبارکہ کی تدریس شروع کر دی تھی اور حافظہ بہت قوی تھا تو زبانی ہی نقل کرتے تھے، ابو حفص عمرو بن علی الفلاس نے ان پر جرح بھی کی ہے جسے محدثین نے معاصرانہ چشمک پر محمول کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے ڈھائی سو سے زیادہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے ساڑھے چار سو سے زائد روایات لی ہیں ۲۵۲ھ میں انتقال ہوا۔[1]

❁❁❁

[1] سير اعلام النبلاء، ۱۲/۱۴۴ مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۶/۱۵۹ دارالحديث قاهرة، شذرات الذهب ۳/۲۳۸ دار ابن كثير.

(3) محمود بن غیلان

الاسم	أبو أحمد محمود بن غيلان القرشي العدوي المروزي
الشهرة	محمود بن غيلان
المسكن	مرو، بغداد
الرتبة	ثقة
الوفاة	٢٣٩ھ

حالات

یہ مرو کے رہنے والے مشہور محدّث ہیں، بغداد میں بھی رہے ہیں، حافظ ذھبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ علم حدیث کے شہسواروں میں سے ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ان سے روایت حدیث کی بناء پر واقف ہوں، اھل سنت میں سے ہیں، قرآن مجید کی وجہ سے قید و بند کی صعوبت بھی اٹھائی ہے۔ امام ابو داوٗد رحمہ اللہ کے علاوہ باقی سب ارباب صحاح ستہ کے استاد ہیں، خود فرماتے ہیں اسحاق بن راھویہ نے مجھ سے دو حدیثیں سنی ہیں، حج پر تشریف لے گئے تھے واپسی پر ٢٣٩ھ میں انتقال ہوا۔[1]



(١) سير اعلام النبلاء١٢/٢٢٣مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب٦/٢٢٤، درالحديث القاهرة،شذرات الذهب٣/١٧٨ دار ابن كثير.

(4) هنادبن السریّ

الاسم	أبو السری هناد بن السری بن مصعب الحنظلی الدارمی التمیمي الكوفي
الشهرة	هناد بن السري
المسكن	الكوفة
الرتبة	ثقة
الوفاة	۲۴۳ھ

حالات

یہ اپنے زمانے کے ائمہ حدیث میں سے ہیں، عبادت وزہد میں بھی مشہور ہیں، عابد الکوفہ شیخ الکوفہ، راہب الکوفہ ان کے القاب ہیں، عمر بھر شادی نہیں کی علم وعبادت میں ہی مشغول رہے، کتاب الزہد کے مصنف بھی ہیں، قتیبہ فرماتے ہیں میں نے وکیع کو جتنی تعظیم ہناد کی کرتے دیکھا اور کسی کی اتنی تعظیم نہیں کرتے دیکھا، امام احمد بن حنبل ؒ سے پوچھا گیا کہ کوفہ میں ہم کس سے حدیث لکھیں تو فرمایا علیکم بھناد، احمد بن سلمہ نیشاپوری فرماتے ہیں ایک دفعہ ہمیں حدیث پڑھا کر فارغ ہوئے تو مسجد جا کر نصف النہار تک نوافل پڑھے پھر اپنے گھر تشریف لے گئے اور وضوء فرما کر کچھ دیر بعد آئے اور ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی پھر عصر تک نوافل پڑھے پھر عصر کی نماز پڑھائی اور مغرب تک قرآن مجید کی تلاوت کی میں نے ایک ساتھ بیٹھے ہوئے شخص سے ان کی اس عبادت پر تعجب کا اظہار کیا تو وہ کہنے لگا ان کا ستر سال سے یہی معمول ہے اور یہ ان کی دن کی عبادت ہے اگر آپ ان کی رات کی عبادت دیکھتے تو اور بھی تعجب کرتے۔ ۲۴۳ھ میں انتقال ہوا[1]



[1] سیر اعلام النبلاء ۴۶۵/۱۱ مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۴۲۲/۷، دار الحديث القاهرة، شذرات الذهب ۱۹۹/۳، دار ابن كثير.

(5) أحمد بن منيع

الاسم	أبو جعفر أحمد بن منيع بن عبد الرحمن البغوي المروذي ثم البغدادي
الشهرة	أحمد بن منيع البغوي
المسكن	بغشور، بغداد
الرتبة	ثقة حافظ
الوفاة	۲۴۴ھ

حالات

یہ مروروذ کے علاقے بغشور کے رہنے والے ہیں، ان کی مسند بھی معروف ہے اور مسانید عشرہ میں شمار ہوتی ہے۔ بہت عابد وزاہد آدمی تھے روزانہ دس پارے تلاوت کیا کرتے تھے تو تین دن میں قرآن مجید مکمل کر لیتے تھے، خود فرماتے ہیں چالیس سال سے میری یہی ترتیب ہے، ابویعلی خلیلی ان کے بارے میں فرماتے ہیں یہ علم کے اعتبار سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پائے کے آدمی تھے، امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ باقی تمام ارباب صحاح ستہ ان سے براہ راست نقل کرتے ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے واسطہ کے ساتھ ان سے روایت لی ہے۔ جب انتقال ہوا تو ان کا ترکہ محض چوبیس درہم کا ہوا، ۲۴۴ھ میں انتقال ہوا۔[1]



(1) سير اعلام النبلاء ۴۸۴/۱۱ تهذيب التهذيب ۱۲۱/۱، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲۰۱/۳ دار ابن كثير.

(6) محمد بن یحیی بن أبی عمر العدنی

الاسم	أبو عبدالله محمد بن يحيى بن أبى عمر العدني المكّي
الشهرة	ابن أبى عمر العدني
المسكن	عدن، مكة
الرتبة	صدوق
الوفاة	۲۴۳ھ

حالات

یہ یمن کے شہر عدن کے رہنے والے تھے وہاں قاضی تھے پھر مکہ چلے گئے اور باقی عمر مکہ میں گزاری، مسند بھی تصنیف فرمائی، ستتر حج کئے اور ساٹھ سال طواف میں مشغول رہے یعنی زیادہ تر وقت طواف میں گزارتے تھے۔

ابوحاتم رازی ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ نیک آدمی تھے لیکن ان میں کچھ غفلت تھی نوے سال کی عمر میں مکہ میں ۲۴۳ھ میں انتقال ہوا۔[۱]



---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۴۸۳/۱۱ تهذيب التهذيب ۵۴۷/۶، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۱۹۹/۳ دار ابن کثیر.

(7) أبو کریب محمد بن العلاء همدانی کوفی

الاسم	أبو کریب محمد بن العلاء بن کریب الهمداني الکوفي
الشهرة	أبو کریب محمد بن العلاء همداني
المسکن	الکوفة
الرتبة	ثقة حافظ
الوفاة	۲۴۷ھ

حالات

یہ مشائخ تسعہ میں سے ہیں اور کوفہ کے مشہور محدّث، ہیں ارباب صحاح ستہ کے علاوہ محمد بن یحیی ذہلی حافظ ابوزرعہ وابوحاتم الرّازی وغیرہ بڑے بڑے حضرات محدثین نے ان سے حدیث حاصل کی ہے، محمد بن عبداللہ بن نمیر کہتے ہیں عراق میں ان سے زیادہ کثیر الروایہ کوئی شخص نہیں تھا، موسی بن اسحاق کہتے ہیں میں نے ان سے ایک لاکھ احادیث سنی ہیں، ابراھیم بن ابی طالب کہتے ہیں محمد بن یحی الذہلی نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں عراق میں سب سے زیادہ مضبوط حافظہ والا کون ہے؟ تو میں نے جواب دیا کہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بعد ابوکریب سے احفظ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

ابوعلی نیشاپوری کہتے ہیں: میں نے ابن عقدہ کو حفظ اور کثرت میں ابوکریب کو تمام مشائخ پر فوقیت دیتے ہوئے سنا، وہ فرماتے تھے ابوکریب کی بدولت کوفہ میں تین لاکھ احادیث ظاہر ہوئی ہیں۔ انہوں نے اس خوف سے کہ کل کو کوئی شخص ان کی روایات میں ردّوبدل کرکے ان کے نام سے نقل نہ کرے اپنی کتب کو اپنے ساتھ دفن کرنے کی وصیت کی تھی تو ایسا ہی کیا گیا ۲۴۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۱/۳۹۴، تهذیب التهذیب ۱/۴۳۱ دارالحدیث القاهرة، شذرات الذهب ۳/۲۲۶ دار ابن کثیر۔

(8) علی بن حجر السعدی

الاسم	أبو الحسن علي بن حجر بن اياس بن مقاتل السعدي المروزي
الشهرة	علي بن حجر السعدي
المسكن	بغداد، مرو
الرتبة	ثقة حافظ
الوفاة	۲۴۴ھ

حالات

انہوں نے طلب علم میں بہت سے سفر کئے اور بغداد میں ایک عرصہ تک رہے پھر مرو چلے گئے فرماتے ہیں جب میں عراق سے نکلا تو میری عمر تینتیس سال تھی تو میں نے دل میں سوچا اگر مجھے مزید تینتیس سال کی عمر مل گئی تو میں اس حدیث کے علم کو جو میں نے جمع کیا ہے دنیا میں پھیلا دوں گا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے تینتیس سال اور بھی دیئے اور اس کے بعد تینتیس مزید دے دیئے (گویا کل عمر ننانوے سال ہوگئی، حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس پر لکھتے ہیں کہ یہ تقریباً ہے ورنہ ننانوے سال پورے نہیں ہوئے تھے)۔

حافظ ابوبکر اعین فرماتے ہیں خراسان کے مشائخ تین حضرات ہیں، قتیبہ، علی بن حجر اور محمد بن مہران رازی، حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ علم کے ذخیروں میں سے ایک تھے ان سے متعدد شہروں اور علاقوں کے لوگوں نے علم حاصل کیا ہے، شاعر بھی تھے علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کے بعض اشعار نقل کئے ہیں ۲۴۴ھ میں انتقال ہوا اور اسی سال احمد بن منیع وغیرہ حضرات محدثین کا بھی انتقال ہوا۔[1]



(۱) سير اعلام النبلاء ۵۰۷/۱۱، تهذيب التهذيب ۱۶۲/۵، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲۰۲/۳ دار ابن كثير.

(9) عبد بن حميد الكشي

الاسم	أبو محمد عبد بن حميد بن نصر الكشي
الشهرة	عبد بن حميد الكشي
المسكن	الكش حاليا ايران
الرتبة	ثقة حافظ
الوفاة	٢٤٩ھ

حالات

کَش ماوراء النہر کا علاقہ تھا، موجودہ دور میں ایران میں اس نام کے دو تین علاقے پائے جاتے ہیں ان میں سے ایک جرجان کے پاس اور ایک طالقان کے پاس ہے، قدیمی دور والا ''کش'' کونسا ہے تعیین دشوار ہے، بعض نے کہا کہ یہ علاقہ آج کل ازبکستان میں آتا ہے عربی میں جب سین کے ساتھ بولتے ہیں تو کاف کے نیچے کسرہ پڑھتے ہیں، اس علاقہ کے بہت سے محدثین ہوئے ہیں جن میں عبد بن حمید کشی بھی ہیں یہ مشہور محدّث ہیں صاحب تصانیف ہیں ان کی تفسیر اور مسند مشہور ہیں تفسیر کا کچھ حصہ نیز مسند کا انتخاب موجودہ دور میں طبع شدہ ملتا ہے۔[1]

نوٹ: امام ترمذیؒ کے باقی مشائخ کے تفصیلی حالات اس کتاب کے **المستوی الثانی** میں ملاحظہ فرمائیں۔



(١) سير اعلام النبلاء، ٢٣٥/١٢ تهذيب التهذيب ٥٤٢/٤ دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ٢٢٧/٣ دار ابن كثير.

مدارالأسانید حضرات کا تفصیلی تعارف

پہلا طبقہ:

(1) ابن شہاب الزہری

الاسم	أبوبكر محمد بن مسلم بن عبيدالله بن عبدالله بن شهاب الزهرى القرشي المدني
الشهرة	ابن شهاب الزهري
المسكن	المدينة، الشام
الرتبة	الفقيه الحافظ، متفق على جلالته واتقانه
الوفاة	۱۲۴ھ

حالات

یہ حدیث مبارکہ کے مدوّن اوّل شمار ہوتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ﷫ کے حکم پر انہوں نے کتاب مرتب کر کے انہیں پہنچا دی تھی، علی بن مدینی ﷫ نے جن چھ حضرات کو مدار السند قرار دیا ہے ان میں سے ایک ہیں، صحابہ میں سے حضرت انس بن مالک اور سہل بن سعد الساعدی ﷠ سے، اور کبار تابعین جیسے سعید بن المسیب اور مدینہ منورہ میں جو فقہاء سبعۃ مشہور تھے ان حضرات سے علم حاصل کیا، خود فرماتے ہیں کہ میں سعید بن المسیب ﷫ کے گھٹنوں سے گھٹنے ملا کر سات سال تک بیٹھا ہوں، مدینہ منورہ میں رہتے تھے عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں شام گئے پھر وہاں مستقل آمد ورفت رہی اور بنو امیہ کے متعدد خلفاء کے ساتھ رہنے کی نوبت آئی۔ ان کا حافظہ بھی مشہور ہے ایک دفعہ امام مالک ﷫ نے جو ان کے اجلّ شاگردوں میں سے ہیں ان سے ایک حدیث کے بارے میں دوبارہ پوچھا تو فرمانے لگے میں نے کبھی کسی محدّث سے دوبارہ نہیں پوچھا۔ اس طرح ایک بار امام مالک ﷫ کو سو (۱۰۰) احادیث سنائیں اور پوچھا کتنی یاد ہوگئیں انہوں نے عرض کیا چالیس تو پیشانی پر ہاتھ مار کر فرمانے لگے انا للہ قوت حفظ کیسے جاتی رہی؟ ان کے علم وفضل میں بے مثل ہونے اور حدیث وفقہ میں ان کی امامت پر محدثین کے بہت سے اقوال ہیں اور ابقول حافظ ابن حجر ان کی جلالت شان واتقان پر اتفاق رائے ہے۔ البتہ ان کی مراسیل محدثین کے ہاں ضعیف شمار ہوتی

ہیں، یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں یہ چونکہ حافظ ہیں تو راوی کا نام وہیں ترک کرتے ہیں جہاں اس کا ذکر پسندیدہ نہیں ہوتا، اسی طرح کبھی تدلیس سے بھی کام لیتے ہیں، ۱۲۴ یا ۱۲۵ھ میں انتقال ہوا۔[1]



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵/۳۲۶، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۶/۴۸۴، شذرات الذهب ۲/۹۹، دار ابن كثير.

(2) عمرو بن دینار

الاسم	أبو محمد عمرو بن دينار الجمحي المكي
الشهرة	عمرو بن دينار الجمحي
المسكن	مكة
الرتبة	ثقة ثبت
الوفاة	١٢٦ھ

حالات

یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے، صغار تابعین میں شمار ہوتے ہیں لیکن ان کے علم وفضل کی وجہ سے حفاظ متقدمین میں ان کو ایک نمایاں مقام حاصل تھا مکہ میں اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم سمجھے جاتے تھے، ابن ابی نجیح کہتے ہیں میں نے عمرو بن دینار سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا نہ عطاء کو نہ طاؤس کو اور نہ مجاہد کو، ایک بار کہنے لگے ہمارے علاقے میں عمرو بن دینار سے بڑا عالم اور کوئی نہیں پھر کہنے لگے بلکہ روئے زمین پر اس زمانہ میں ان سے بڑا عالم اور کوئی نہیں، حرم میں تیس سال تک انہوں نے فتوی دیا ہے آخری عمر میں اپاہج ہو گئے تھے تو بھی ان کو گدھے پر سوار کر کے لایا جاتا تھا اور مسجد حرام میں بیٹھ کر تدریس کا عمل جاری رکھتے تھے، ابو زرعہ کہتے ہیں یہ علوم نبوت کے حاملین میں سے اور ائمہ مجتہدین میں سے ہیں، صغار صحابہ کے علاوہ ائمہ تابعین سے بھی روایت کرتے ہیں اور مدار الاسانید میں سے شمار ہوتے ہیں، امام محمد بن باقر فرماتے ہیں، ہمیں حج کے سفر کا شوق اس وجہ سے بڑھ جاتا تھا کہ وہاں عمرو بن دینار سے ملاقات ہوگی، آخری عمر میں سامنے کے دانت گر گئے تھے اس لیے اثرم ان کا لقب ہے عطاء بن رباح جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اجل شاگرد ہیں ان سے بھی بکثرت روایت لیتے ہیں اور عطاء نے بھی ان سے روایت لی ہے۔ ۱۲۶ھ میں ان کا انتقال ہوا۔[1]



---

(١) سير اعلام النبلاء ٥/ ٣٠٠ مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ٥/ ٣٦٩، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ٢/ ١١٥، دار ابن كثير.

(3) یحی بن أبی کثیر

الاسم	أبو نصر يحيى بن صالح بن متوكل الطائي البصري، اليمامي
الشهرة	يحيى بن ابى كثير
المسكن	يمامة، مدينة، بصرة
الرتبة	ثقة ثبت لكنه يدلس ويرسل
الوفاة	۱۳۲۹ھ

حالات

انہوں نے حضرت انس بن مالک ؓ سے بھی روایت کی ہے۔ یہ ان حضرات میں سے ہیں جنہیں مدارالسند قرار دیا گیا ہے، ابتداء میں بصرہ رہتے تھے پھر یمامہ چلے گئے، دس سال مدینہ منورہ بھی رہے ہیں، یمامہ میں ان کا درس حدیث کافی مشہور ہوا، امام اوزاعی وغیرہ حضرات نے ان سے یمامہ میں حدیث حاصل کی ہے۔ شعبہ کہتے ہیں یہ زہری سے حدیث میں بہتر ہیں، امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ زہری کی مخالفت کریں فالقول قول یحیٰ، نیز فرماتے ہیں یہ اثبت الناس ہیں اور زہری اور یحیٰ بن سعید جیسے لوگوں کے ساتھ شمار ہوتے ہیں۔ البتہ ان کی مرسل روایات کے بارے میں یحییٰ بن سعید شبہ الریح فرماتے ہیں، حسین المعلم کہتے ہیں ہماری ایک بار یحیٰ بن کثیرؒ سے اس بارے میں گفتگو ہوئی تو فرمانے لگے کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ایک آدمی قلم دوات اور کاغذ لئے ہوئے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ لکھے گا؟ تو میں نے کہا پھر بھی ایسی روایت آجائے تو آپ ہمیں بتا دیا کریں تو فرمانے لگے جب میں بلغنی کہتا ہوں تو وہ کتاب سے نقل کرتا ہوں، ابو حاتم رازی فرماتے ہیں یہ امام ہیں ثقہ لوگوں سے ہی نقل کرتے ہیں۔ (اور مرسل جب ثقہ لوگوں سے ارسال کرتا ہو تو اس کی مرسل مقبول ہوتی ہے) انہیں ظالم حکمرانوں کی مخالفت کی وجہ سے مشقتیں بھی اٹھانا پڑیں، ابن حبان فرماتے ہیں یہ عبادت گذار لوگوں میں سے تھے جس دن کسی جنازہ میں شریک ہوتے دن بھر نہ کسی سے کلام کرتے نہ رات کا کھانا کھاتے۔ فرمایا کرتے تھے علم کو جسم کی راحت کے ساتھ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ ۱۳۲ھ میں انتقال ہوا۔[۱]

❁❁❁

(۱) سير اعلام النبلاء ۲۷/۶، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب، ۵۹۲/۷ دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۱۲۵/۲، دار ابن كثير۔

(4) قتادة بن دعامة

الاسم	أبو الخطّاب قتادة بن دعامة بن قتادة السدوسي البصري
الشهرة	قتادة بن دعامة السدوسي
المسکن	البصرة، واسط
الرتبة	ثقة ثبت
الوفاة	١١٧ھ

حالات

یہ بھی ان چھ حضرات میں سے ہیں جنہیں علی بن مدینی رحمہ اللہ نے مدار السند قرار دیا ہے سدوس ان کے اجداد میں ایک شخص کا نام ہے اس وجہ سے سدوسی کہلاتے ہیں، حافظ ذہبی رحمہ اللہ انہیں قدوۃ المحدثین والمفسرین کے لقب سے یاد کرتے ہیں، یہ مادرزاد نابینا تھے اور ان کا حافظہ ضرب المثل تھا، خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کسی محدّث کو کبھی یہ نہیں کہا کہ مجھے دوبارہ بتلاؤ اور میرے ان کانوں میں کوئی چیز ایسی داخل نہیں ہوتی جس کو میرے قلب نے محفوظ نہ کرلیا ہو۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ''قتادہ احفظ اہل بصرہ ہیں انہوں نے کوئی چیز ایسی نہیں سنی جو انہیں یاد نہ ہوگئی ہو، ایک مرتبہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا صحیفہ ان کے سامنے پڑھا گیا تو ایک ہی بار سن کر انہیں یاد ہوگیا، حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی خدمت میں آٹھ دن ہے اور تیسرے دن وہ فرمانے لگے قم یا اعمی وارتحل لقد انزفتني۔ ایک بار فرمایا میں نے عراق میں قتادہ سے بڑا حافظ کوئی نہیں دیکھا نیز فرمایا مجھے گمان نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ جیسا کوئی آدمی بھی پیدا کیا ہوگا۔ ان کی تدلیس بھی معروف ہے لیکن جب سماع کی تصریح کردیں تو ان کی روایت بالاتفاق حجّت ہے۔ ۱۱۷ھ میں یا ایک دو سال کے فرق سے انتقال ہوا۔[۱]



---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۵/۲۶۹، مؤسسة الرسالة تهذيب التهذيب ۵/۶۵۶، دار الحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۸۰، دار ابن كثير.

(5) أبو اسحاق السبيعی

الاسم	أبو اسحاق عمرو بن عبدالله بن عبيد السبيعی الكوفي
الشهرة	أبو اسحاق السبيعي
المسكن	كوفة
الرتبة	ثقة مكثر عابد اختلط بأخرة
الوفاة	١٢٩ھ

حالات

یہ قبیلہ ھمدان کی شاخ بنی سبیع سے تعلق رکھتے ہیں، کوفہ کے مشہور محدّث ہیں، متعدد صحابہ کرام نیز کبار تابعین سے روایت کرتے ہیں، علی بن مدینیؒ انہیں مدار الاسانید حضرات میں شمار کرتے ہیں طلب علم میں ان کی کوشش بہت بڑھی ہوئی تھی اس لئے بہت سے ایسے حضرات سے روایت میں متفرد ہیں جن سے دوسرے روایت نہیں کرتے، علی بن مدینیؒ ان کے چارسو مشائخ بتلاتے ہیں جن میں سے بتیس صحابہ کرام ہیں، ابو حاتمؒ کہتے ہیں یہ کثرت روایت میں زہریؒ کے مشابہ ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں ان کا وظیفہ مقرر کر رکھا تھا جو ایک ہزار درہم سے زیادہ تھا، ان کے بیٹے یونس اور پوتے عیسی بن یونس، اسرائیل بن یونس اور ہشام بن یوسف سب محدثین ہیں۔ ابو داود طیالسیؒ کہتے ہیں ہم نے حدیث چار لوگوں کے ہاں پائی۔ زہری، قتادہ، ابو اسحاق، اور اعمش، ان میں سے قتادہ اختلاف روایات کو زیادہ جاننے والے اور زہری اسانید کے زیادہ جاننے والے اور ابو اسحاق حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایات سے زیادہ واقف تھے اور اعمش کے پاس یہ سب تھا، اور ان میں سے ہر ایک دو دو ہزار احادیث بیان کیا کرتے تھے۔ ابو اسحاق متواضع آدمی تھے فرمایا کرتے تھے کہ میری خواہش ہے کہ میں حدیث کی روایت کے معاملے میں برابر سرابر پر چھوٹ جاؤں کہ نہ کوئی گناہ ہو نہ اجر، شعبہ اور سفیان ثوری رحمہا اللہ ان کے بڑے شاگردوں میں ہیں، شعبہ سے پوچھا گیا کیا ابو اسحاقؒ نے مجاھد سے روایات لی ہیں؟ تو فرمایا ان کو مجاہد کی کیا ضرورت تھی؟ وہ تو خود مجاہد بلکہ حسن بصری اور ابن سیرینؒ سے روایت میں بہتر تھے، یہ ہر روز ایک ہزار آیات کی تلاوت کرتے تھے۔ ایک ہی رکعت میں سورۃ بقرۃ مکمل پڑھا کرتے تھے، جریر کہتے ہیں ان کے پاس بیٹھنے والا

یوں محسوس کرتا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھا ہوا ہو۔ان کی عمر کافی طویل ہوئی ہے آخری عمر میں بینائی جاتی رہی تھی اور حافظہ بھی متغیر ہوا لیکن ان کے بیٹے اور پوتے ان کے ہمراہ ہوتے تھے اور ان کی معاونت کرتے تھے، لہذا حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں حافظہ کا تغیر تو تسلیم ہے لیکن روایات میں اختلاط کی نوبت نہیں آئی۔ ۱۲۹ھ یا اس سے کچھ قبل انتقال ہوا۔[1]



---

[1]سير اعلام النبلاء٥/٣٩٢،مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب٥/٣٩٥،دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ٢/١١٩، دار ابن كثير.

(6) الأعمش

الاسم	الأعمش
الشهرة	أبو محمد سليمان بن مهران الأسدى الكاهلى الكوفى الأعمش
المسكن	الكوفة، واسط، مكة
الرتبة	ثقة حافظ، عارف بالقراأت ورع لكنه يدلس
الوفاة	۱۴۷ھ او ۱۴۸ھ

حالات

کوفہ کے مشہور محدّث و امام ہیں، علی بن مدینی رحمہ اللہ نے جن چھ حضرات کو مدار الاسانید قرار دیا ہے ان میں سے ایک ہیں، خود فرماتے ہیں ابو صالح سے میں نے ایک ہزار احادیث لی ہیں یحیٰ بن سعید القطان فرمایا کرتے تھے کہ اعمش اسلام کی علامت ہیں، وکیع فرماتے کہ ستر سال تک ان کی تکبیر اولی فوت نہیں ہوئی، فن قرأت میں بھی بڑے ماہر تھے، شعبہ جب ان کا تذکرہ کرتے تو فرماتے وہ تو مصحف ہیں، عمرو بن علی کہتے ہیں کہ ان کو ان کے صدق کی وجہ سے مصحف کہا جاتا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے لیکن ان سے براہ راست کوئی روایت نقل نہیں کرتے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ان کا مکالمہ مشہور ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ یہ مسئلہ آپ نے کہا سے بیان کیا تو جواب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے انہی کی سند سے متعدد روایات سنائیں کہ آپ نے ہمیں یہ روایت سنائی اور یہ روایت سنائی اور ان سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے حیران ہو کر کہنے لگے "یا معشر الفقهاء أنتم الأطبا ونحن الصيادلة."

البتہ جب یہ صغار سے روایات لیتے ہیں تو اس میں وہم کا شکار ہوتے ہیں لہذا ایسی روایات کو محدثین جانچ پرکھ کر قبول کرتے ہیں۔ ۱۴۷ یا ۱۴۸ھ میں انتقال ہوا۔[1]



(۱) سير اعلام النبلاء، ۶/۲۲۶، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۳/۲۱۸، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۲۱۷، دار ابن كثير.

دوسرا طبقہ:

(1) سفیان ثوری

الاسم	ابو عبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق الثوری الکوفی
الشهرة	سفیان ثوری
المسکن	الکوفة
الرتبة	ثقة حافظ فقيه عابد امام حجة
الوفاة	١٦١ھ

حالات

ان کے آباء میں ثور بن عبد مناۃ نامی شخص تھے اس وجہ سے ان کو ثوری کہتے ہیں، یہ بہت مشہور محدّث ہیں، حافظ ذھبی ﷫ ان کے بارے میں فرماتے ہیں شیخ الاسلام، امام الحفاظ، سید العلماء العالمین فی زمانہ، ابوعبداللہ الثوری الکوفی المجتھد مصنف کتاب الجامع، یہ مجتہدین میں سب سے پہلے کتب لکھنے والوں میں شمار ہوتے ہیں، ان کے والد سعید بن مسروق الثوری ﷫ بھی محدّث تھے اور شعبی ﷫ کے تلامذہ میں سے ہیں، ان کی توجہ کی بدولت سفیان ثوری ﷫ نے طالب علم میں بہت محنت کی کہا جاتا ہے کہ چھ سو سے زائد ان کے مشائخ ہیں جن سے حدیث حاصل کی یہ خود بھی صغار تابعین میں سے ہیں، اور ان سے نقل کرنے والی تو ایک بڑی مخلوق ہے، ابن جوزی ﷫ نے ان کے شاگردوں کی تعداد بیس ہزار بتائی ہے، لیکن علامہ ذھبی ﷫ نے اسے تسلیم نہیں کیا اور چودہ سو کے قریب تعداد ذکر کی ہے اور فرمایا کہ امام مالک ﷫ کے بعد اور کسی کے شاگرد اتنی بڑی تعداد میں نہیں ہیں۔ ان کا حافظہ بھی مشہور ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ جو بات بھی میں نے اپنے دل کے حوالے کی اس نے مجھ سے خیانت نہیں کی۔ عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں میں نے گیارہ سو اساتذہ سے حدیث لکھی ہے لیکن سفیان ثوری ﷫ سے افضل کسی کو نہ پایا، ایوب سختیانی ﷫ کہتے ہیں سفیان سے افضل کسی کوفی سے میری ملاقات نہیں ہوئی۔ شعبہؒ، ابن عیینہؒ، ابو عاصمؒ، یحیٰ بن معینؒ وغیرہ متعدد حضرات نے انہیں امیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے یاد کیا ہے شعبہ کہا کرتے تھے سفیان مجھ سے زیادہ قوی حافظہ

والے ہیں، ابن مھدی کہتے ہیں وھیب ان کو حافظہ میں امام مالک رحمہ اللہ پر ترجیح دیتے تھے، ان کے مناقب بہت سے ہیں اور صحاح ستہ و دیگر کتب حدیث ان کی روایات سے بھری ہوئی ہیں۔ ۱۶۱ھ میں انتقال ہوا۔[1]



(۱) سیر اعلام النبلاء ۷/ ۲۳۰ مؤسسۃ الرسالۃ، شذرات الذھب ۲/ ۲۴۷، دار ابن کثیر۔

(2) عبدالرحمن اوزاعی

الاسم	ابو عمرو عبدالرحمن بن عمرو بن ابی عمرو الاوزاعی
الشهرة	عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی
المسکن	الشام، بیروت
الرتبة	الفقیه ثقه جلیل
الوفاة	۱۵۷ھ

حالات

یہ شام کے مشہور محدّث اور فقیہہ ہیں، یہ ایک فقہی مسلک کے بانی بھی ہیں جو ایک عرصہ تک شام اور اندلس میں رائج رہا پھر رفتہ رفتہ ختم ہو گیا۔ ان کا نسبی تعلق یمن کے قبیلہ ہمدان یا حمیر سے تھا، وہاں سے ان کا خاندان نقل مکانی کر کے شام پہنچا، اوزاع یمن کے اس قبیلہ کی شاخ ہے یا تو یہ خود اس شاخ سے تعلق رکھتے تھے یا شام میں ان کے محلہ میں آباد ہوئے اس نسبت سے ان کو اوزاعی کہتے ہیں، والد کا بچپن مین ہی انتقال ہو گیا تھا، والدہ ان کو مختلف شہروں میں لے کر پھرتی رہیں آخر میں بیروت میں قیام کیا، انہوں نے علم کے حصول میں بہت مشقتیں برداشت کیں، اور مختلف شہروں کا سفر کیا یمامہ پہنچے تو مشہور محدّث یحیٰی بن ابی کثیر نے ان کو مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا تو ان کی نماز بہت پسند آئی اور تحسین کی تو اوزاعی رحمہ اللہ نے ان کے پاس قیام کر کے ان سے احادیث حاصل کرنا شروع کیں، اور اس عرصہ میں تیرہ یا چودہ کتابیں ان کی روایات پر مشتمل لکھیں، ایک مدت تک قیام کے بعد یحیٰی بن ابی کثیر رحمہ اللہ نے انہیں بصرہ جا کر حسن بصری اور محمد بن سیرینؒ سے علم حاصل کرنے کا مشورہ دیا، یہ جب بصرہ پہنچے تو حسن بصری رحمہ اللہ کا انتقال ہو چکا تھا اور محمد بن سیرین بیمار اور صاحب فراش تھے، ان مشقتوں کے ساتھ علم حاصل کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسماعیل بن عیاش رحمہ اللہ کہتے ہیں ۱۴۰ھ میں ہجری میں لوگ کہا کرتے تھے آج کے دن اوزاعی رحمہ اللہ امت کے بڑے عالم ہیں، امیۃ بن یزیدؒ کہتے ہیں یہ مکحولؒ سے بڑے عالم تھے اور انہوں نے علم، عبادت اور حق بات کہنا سب جمع تھا شام میں حدیث پر سب سے پہلے کتاب لکھنے والے شمار ہوتے ہیں، عبدالرحمن بن مھدی رحمہ اللہ کہتے ہیں ان کے زمانے میں ائمہ چار تھے، بصرہ میں حماد بن زید رحمہ اللہ کوفہ میں سفیان ثوری رحمہ اللہ، حجاز میں امام مالک رحمہ اللہ اور شام میں

اوزاعی رحمہ اللہ۔ امام اوزاعیؒ اس جلالت قدر کے ساتھ ارسال کے بھی قائل تھے اور خود بھی ارسال کیا کرتے تھے اسی بناء پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ حضرات نے ایک دفعہ ان کی حدیث کو ضعیف قرار دیا، حافظ ذھبی رحمہ اللہ نے اس کی وجہ یہی لکھی کہ اھل شام کی مراسیل سے بکثرت احتجاج کرتے تھے، ۱۵۷ھ میں انتقال ہوا۔[1]



---

(1) سیر اعلام النبلاء۶/۱۰۸ مؤسسة الرسالة، شذرات الذهب، ۲/۲۰۵٦ دار ابن کثیر.

(3) هشيم بن بشير

الاسم	ابو معاوية هشيم بن بشير بن ابى خازم قاسم بن دينار السلمى الواسطى
الشهرة	هشيم بن بشير
المسكن	واسط، بصره، بغداد
الرتبة	ثقة ثبت، كثيرالتدليس والارسال الخفى
الوفاة	١٨٣ھ

حالات

یہ ابن شہاب زہری، عمرو بن دینار، حمید الطویل اور ابو صالح سمّان وغیرہ حضرات کے شاگرد ہیں، اور محدثین کی ایک بڑی جماعت کے شیخ ہیں جن میں یحی بن سعید القطان، حماد بن زید، عبدالرحمن بن مہدی، عبداللہ بن مبارک وغیرہ حضرات ہیں۔ زیادہ عرصہ بغداد میں رہے اور علوم حدیث کی خوب نشر و اشاعت کی، یعقوب دورقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ھشیم رحمہ اللہ کے پاس بیس ہزار احادیث تھیں، صاحب تصانیف ہیں، بچپن میں ان کے والدان کو طلب علم سے روکتے تھے اور چاہتے تھے کہ یہ طلب معاش میں ان کا ہاتھ بٹائیں، ایک بار ھشیم رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو قاضی شہر عیادت کے لیے آئے، ان کے والد کو معلوم ہوا تو کہنے لگے آئندہ کبھی طلب علم سے نہیں روکوں گا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں : میں ھشیم کی خدمت میں چار یا پانچ سال رہا ہوں لیکن ان کی هیبت کی وجہ سے دو بار کے علاوہ میں نے کبھی کچھ نہیں پوچھا، اور وہ حدیث بیان کرنے کے دوران کثرت سے تسبیح کیا کرتے تھے اور بلند آواز سے لا الہ الا اللہ کہتے تھے، ان کا حافظہ مشہور تھا، عبدالرحمن بن مھدیؒ فرماتے ہیں یہ سفیان ثوری رحمہ اللہ سے احفظ تھے، عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں مرور زمانہ نے بہت سے لوگوں کا حافظہ متغیر کر دیا لیکن ھشیم رحمہ اللہ کا حافظہ متغیر نہ کر سکا۔ ان کی تدلیس بھی معروف ہے، احمد بن عبداللہ العجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ھشیم رحمہ اللہ ثقہ ہیں اور حفاظ میں شمار ہوتے ہیں لیکن تدلیس کیا کرتے تھے، ابن ابی دنیا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عون رحمہ اللہ سے سنا کہ ھشیم رحمہ اللہ نے وفات سے بیس سال قبل سے وفات تک عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھی، حماد بن زید فرماتے ہیں : میں نے محدثین میں ان سے زیادہ عالی

رتبہ کسی کو نہیں دیکھا، ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ سے ھشیم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمانے لگے ان جیسے آدمی کے صدق، امانت اور صلاح کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا ۱۸۳ھ میں انتقال ہوا[1]



(۱) سیر اعلام النبلاء ۷/۲۳۰ مؤسسة الرسالة، شذرات الذهب ۲/۲۴۷، دار ابن کثیر.

(4) مالک بن أنس

الاسم	أبو عبدالله مالك بن أنس بن مالك بن أبي عامر الأصبحي القرشي التيمي المدني
الشهرة	مالک بن أنس
المسكن	مدينة
الرتبة	الفقيه، إمام دار الهجرة، رأس المتقنين و كبير المتثبتين
الوفاة	۱۷۹ھ

حالات

امام مالک رحمہ اللہ مشہور فقیہ اور ائمہ اربعہ میں سے ایک ہیں مشہور امام ہیں، ان کا وسیع علم فقہ، قوت حفظ، تثبت و اتقان، ھیبت و وقار، اخلاق حسنہ، ہر چیز ہی اتنی معروف و مشہور ہے کہ بیان کی محتاج نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب علماء کا تذکرہ ہو تو مالک تو ستارہ کی مانند ہیں اور تابعین کے بعد مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجّت ہیں، ان کی کتاب مؤطاء حدیث کی ابتدائی اور مشہور و اصح کتاب شمار ہوتی ہے یہاں تک کے امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کتاب اللہ کے بعد موطاء سے زیادہ اصّح کتاب اور کوئی نہیں۔ یہ قول صحیح بخاری کی تالیف سے پہلے کا ہے اور صحیح بخاری کو اگر اس پر فوقیت بھی ہو تو اس کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔ ان کے بڑے اساتذہ میں نافع، عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج، ابن شہاب زہری وغیرہ حضرات ہیں۔ وہ جو مشہور حدیث ہے کہ لوگ سفر کریں گے لیکن انہیں مدینہ کے عالم سے بڑا عالم کوئی نہیں ملے گا۔ اس پر سفیان بن عیینہ کہا کرتے تھے کہ میں اس کا مصداق سعید بن المسیب کو سمجھتا تھا حالانکہ ان کے زمانے میں سالم بن عبداللہ اور سلیمان بن یسار جیسے حضرات موجود تھے اور اب موجودہ دور میں، میں کہتا ہوں کہ وہ امام مالک ہیں کہ مدینہ میں ان کی مثل کوئی باقی نہیں رہا، دیگر حضرات نے بھی امام مالک رحمہ اللہ کو اس حدیث کا مصداق قرار دیا ہے۔ امام

مالک رحمہ اللہ کے حالات معروف ہیں اس لئے اتنے پر اکتفاء کرتا ہوں۔ ۱۷۹ھ میں انتقال ہوا۔[1]



(۱)سیر اعلام النبلاء۸/۴۹، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب۶/۵۷۱، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۳۵۰-۳۵۴، دار ابن كثير.

(5) محمدبن إسحاق بن يسار

الاسم	أبوبكر محمدبن إسحاق بن يسار بن خيار المطلبي القرشي المدني
الشهرة	ابن اسحاق صاحب السيرة
المسكن	المدينة، العراق
الرتبة	امام المغازی صدوق يدلس وری بالتشيع والقدر
الوفاة	۱۵۰ھ او بعدها

حالات

ان کے دادا یسار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عین التمر کے معرکہ میں قید ہو کر آئے، اور قیس بن مخرمۃ بن عبدالمطلب بن عبد مناف کے مولی ہوئے، اس موالاۃ کی وجہ سے ان کو مطلبی اور قرشی کہا جاتا ہے۔ یہ مدینہ منورہ میں حدیث مبارکہ میں سب سے پہلے تصنیف کرنے والے شمار ہوتے ہیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے، یہ مغازی کے مشہور امام ہیں، ابن شہاب زہری انہیں مغازی میں اعلم الناس قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں جب تک مدینہ میں ابن اسحاق موجود ہیں وہاں علم باقی رہے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص مغازی میں تبحر چاہتا ہے وہ ابن اسحاق کا محتاج ہے، ابن اسحاق رحمہ اللہ ایک مختلف فیہ راوی ہیں ایک جانب زہری اور شعبہ جیسے حضرات ہیں کہ شعبہ تو انہیں امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے ہیں۔ دوسری جانب امام مالک اور یحیی بن سعید القطان جیسے حضرات ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ انہیں دجال من الدجاجلۃ کہتے ہیں، پھر ان پر تدلیس، تشیع اور قدری ہونے کا الزام بھی ہے اور بعض نے قدر وغیرہ الزامات کی نفی بھی کی ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے مفصل بحث کے بعد یہ نتیجہ قائم کیا ہے کہ ان کے صادق ہونے میں شبہ نہیں لہذا صدوق اور حسن الحدیث تو ضرور ہیں، مغازی میں ان کی روایت لے لی جائے اور احکام میں جب متفرد ہوں تو نہ لی جائے۔ ۱۵۰ھ یا اس کے کچھ بعد انتقال ہوا۔[1]



(۱) سیر اعلام النبلاء ۷/۳۳ مؤسسۃ الرسالۃ، تھذیب التھذیب ۶/۱۳۲ دارالحدیث القاھرۃ، شذرات الذھب ۲/۲۳۵، دارابن کثیر۔

(6) إبن جريج

الاسم	أبو خالد عبد الملك بن عبد العزيز بن جريج الأموي المكي
الشهرة	إبن جريج
المسكن	المكة، بغداد
الرتبة	ثقة فقيه فاضل و كان يدلس ويرسل
الوفاة	۱۵۰ھ اوبعدھا ھ

حالات

یہ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے خاص الخاص شاگرد ہیں، خود فرماتے ہیں کہ میں اٹھارہ سال ان کی خدمت میں رہا ہوں، فرماتے ہیں جب میں عطاء کے پاس علم حدیث حاصل کرنے گیا تو وہاں عبداللہ بن عبید بن عمر سے ملاقات ہوئی انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے قرآن پڑھا ہے، میں نے کہا نہیں، تو انہوں نے کہا جاؤ پہلے قرآن مجید پڑھ کر آؤ میں نے کچھ عرصہ میں قرآن مجید پڑھ لیا تو دوبارہ گیا تو ابن عمیر پوچھنے لگے تم نے علم الفرائض حاصل کیا ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں، تو فرمایا پہلے علم الفرائض سیکھ لو میں علم الفرائض سیکھ کر حاضر ہوا تو کہا اب یہ علم سیکھنا شروع کرو تو میں اٹھارہ سال عطاء کی خدمت میں رہا عطاء بن ابی رباح سے علم حاصل کرنے کے بعد یہ نو سال عمرو بن دینار رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی رہے ہیں عمرو بن دینار فرمایا کرتے تھے ابن جریج عطاء سے روایت کرنے میں اثبت الناس ہیں، یہ مکہ میں سب سے پہلے علم الحدیث میں تصنیف کرنے والے شمار ہوتے ہیں، خود کہا کرتے تھے کہ جیسا میں نے اس علم کو مدوّن کیا ہے کسی نے بھی نہیں کیا۔ عطاء سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد ہم کس سے علم حاصل کریں تو فرمایا اس نوجوان سے اگر یہ زندہ رہا، یعنی ابن جریج سے نیز فرمایا ابن جریج حجاز کے جوانوں کے سردار ہیں یحییٰ بن سعید القطان فرماتے تھے کہ یہ نافع سے روایت میں امام مالک سے کم نہیں۔ ان پر بعض حضرات کی جرح بھی ہے امام مالک رحمہ اللہ انہیں حاطب لیل کہتے ہیں ان کی تدلیس بھی معروف ہے، حافظ ذھبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ابن جریج رحمہ اللہ اجازۃ اور مناولہ کے ذریعے روایت کے قائل تھے اور اس میں توسع سے کام لیتے تھے اس لئے زھری سے ان کی روایت میں مسئلہ پیش آیا کہ وہ بطور مناولہ تھیں اور وہاں تصحیف وغیرہ کی دشواری پیش آجاتی ہے، نیز فرمایا کہ یہ فی نفسہ ثقہ راوی ہیں، البتہ

عن اور قال کے لفظ سے جب روایت کرتے ہیں تو تدلیس سے کام لیتے ہیں، تہجد گزار اور عابد آدمی تھے کم عمری میں علم حاصل کرنا شروع کیا تھا اور آخر عمر تک طلب علم میں مشغول رہے۔ ۱۵۰ھ یا اس کے بعد انتقال ہوا۔ کہتے ہیں ان کی ولادت اور وفات کا سال وہی ہے جو امام ابوحنیفہؒ کی ولادت اور وفات کا ہے۔[1]



(۱) سیر اعلام النبلاء۶/۳۲۵،مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب۴/۴۹۸،دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب۲/۲۲۶، دار ابن كثير.

(7) سفیان بن عیینہ

الاسم	أبو محمد سفيان بن عيينة بن أبى عمران، ميمون الهلالي الكوفي ثم المكي
الشهرة	سفيان بن عيينة
المسكن	الكوفة، المكة
الرتبة	ثقة حافظ فقيه امام حجّة الّا انه تغيّر حفظه بأخرة وكان ربما دلس لكن عن ثقات
الوفاة	١٩٨ھ

حالات

یہ کوفہ میں پیدا ہوئے تھے پھر مکہ منتقل ہو گئے، نو عمری میں علم حاصل کرنا شروع کیا اور عمرو بن دینار جو مکہ کے مشہور محدّث ہیں ان کی خدمت میں رہے، یحیٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں عمرو بن دینار کے شاگردوں میں اثبت سفیان بن عیینہ ہیں، اور بہت سے مشائخ سے علم حاصل کیا تھا اور ان کی عمر بہت لمبی ہوئی تو ایک زمانہ ایسا آگیا کہ ان کی سند بہت عالی ہوگئی اور مرجع خلائق بن گئے، عمر میں اس برکت کو محدثین کی دعاء کا نتیجہ بتلاتے تھے، علی بن مدینیؒ کہتے ہیں مجھے یحییٰ بن سعید القطان کہنے لگے میرے اساتذہ میں سے اب کوئی باقی نہیں رہا سوائے سفیان بن عیینہ کے اور وہ تو چالیس سال سے حدیث کے امام چلے آتے ہیں، احکام کی روایات کے زبردست عالم تھے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں احکام کے اصول پانچ سو احادیث ہیں امام مالک رحمہ اللہ کے پاس تیس روایات کے علاوہ یہ سب روایات تھیں اور ابن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس چھ روایات کے سواء یہ سب روایات تھیں اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ایسے بہت سے لوگوں کو نہیں پایا جن سے سفیان بن عیینہ کی ملاقات ہوئی ہے، علی بن مدینیؒ کہتے ہیں زھریؒ کے تلامذہ میں ان سے زیادہ متقن کوئی نہ تھا، عبدالرحمن بن مھدی کہتے ہیں ابن عیینہؒ کے پاس جو قرآن مجید اور احادیث کی تفسیر کی معرفت تھی وہ سفیان ثوریؒ کے پاس بھی نہ تھی، امام احمد بن حنبلؒ بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ یہ سفیان ثوری سے زیادہ احادیث جانتے تھے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں اگر امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم جاتا رہتا، بڑے زاہد تھے، حرملۃ بن یحییٰ کو جو کی روٹی دکھلائی فرمایا ساٹھ سال سے میری غذا ہے۔ ۱۹۸ھ میں انتقال ہوا۔[1]



---

[1] سير اعلام النبلاء٨/٤٥٤، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب٣/١٢٦، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ٢/٤٦٦، دار ابن كثير.

(8) سعید بن ابی عروبة

الاسم	أبو النضر سعيد بن أبي عروبة مهران اليشكري البصري
الشهرة	سعيد بن أبي عروبة
المسكن	الواسط، البصرة، الكوفة
الرتبة	ثقة حافظ له تصانيف كثير التدليس واختلط
الوفاة	۱۵۶ او ۱۵۷ھ

حالات

یہ حدیث میں سب سے پہلے تصنیف کرنے والے شمار ہوتے ہیں، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں اول من صنف فی الحدیث سعید بن ابی عروبة وربیع بن صبیح، دیگر بعض نے حماد بن سلمہ کو بھی ان کے ساتھ ذکر کیا ہے، حافظ ذھبیؒ لکھتے ہیں کہ یہ علم کے سمندروں میں سے ایک سمندر تھے لیکن جب بوڑھے ہوگئے تھے تو حافظہ متغیر ہوگیا تھا۔ ورنہ اختلاط سے قبل ان کا حافظہ مشہور تھا ابوعوانہ کہتے ہیں ہمارے زمانہ میں سعید بن ابی عروبہ سے احفظ کوئی نہ تھا، خوش مزاج آدمی تھے مزاح کیا کرتے تھے، ایوب کہا کرتے تھے جو سعید بن ابی عروبہ کے حجرہ میں داخل نہیں ہوا وہ فقیہ نہ ہوسکا۔ قتادہؒ کے بڑے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں یحیٰی بن معین انہیں قتادہ کے تلامذہ میں سے اثبت قرار دیتے ہیں، امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں قتادہ اور سعید دونوں قدری تھے لیکن اسے چھپاتے تھے، حافظ ذھبیؒ فرماتے ہیں شاید اپنے شیخ کی طرح توبہ کرلی تھی۔ ۱۵۶ھ یا ۱۵۷ھ میں انتقال ہوا۔[1]



---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۶/۴۱۳ مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۳/۸۰، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۲۵۴ دار دارابن كثير.

(9) حمّاد بن سلمة

الاسم	أبو سلمة حمّاد بن سلمة بن دينار البصري
الشهرة	حمّاد بن سلمة البصري
المسكن	البصرة
الرتبة	ثقة عابد اثبت الناس فی ثابت وتغيّر حفظه بأخرة
الوفاة	۱۶۷ھ

حالات

یہ حضرت ثابت بنانی ؒ کے نیز حمید الطویل کے بڑے شاگرد شمار ہوتے ہیں، امام احمد فرماتے ہیں: "أعلم الناس بثابت البنانی حمّاد بن سلمه وهو أثبتهم فی حميد الطويل "اسی طرح علی بن مدینیؒ اور یحییٰ بن معین وغیرہ حضرات بھی انہیں ثابت کی روایات میں اعلم الناس قرار دیتے ہیں، حافظ ذھبیؒ لکھتے ہیں کہ یہ علم کے سمندروں میں سے ایک سمندر تھے اور چونکہ بہت کثرت سے روایت کرتے تھے لہذا بعض مقامات پر وہم کا بھی شکار ہوئے ہیں لیکن ان شاء اللہ صدوق اور حجت ہیں گو اتقان میں حمّاد بن زید جیسے نہیں ہیں۔ حدیث مبارکہ میں بصرۃ میں سب سے پہلے تصنیف کرنے والوں میں شمار ہوتے ہیں، حدیث میں امام ہونے کے ساتھ ساتھ عربیت کے بھی بڑے امام تھے نیز بڑے فقیہ تھے، بہت عبادت گذار بھی تھے، ان کے اکثر اوقات عبادت، تلاوت قرآن اور ذکر اذکار میں گذرتے تھے، عبد الرحمن بن مھدی کہا کرتے تھے کہ اگر حماد بن سلمہ کو کہا جائے کہ کل تمہارا انتقال ہو جائے گا تو بھی ان کی عبادت میں کوئی اضافہ نہ ہوگا یعنی پہلے ہی اتنی عبادت کرتے ہیں کہ کوئی وقت خالی نہیں، شھاب بن معمّر بلخی کہتے ہیں انہیں ابدال شمار کیا جاتا تھا۔ موسی بن اسماعیل تبوذکی کہتے ہیں اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں نے حماد بن سلمہ کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا تو سچ کہوں گا کیوں کہ وہ یا تو حدیث بیان کرتے تھے یا قرآن مجید کی تلاوت یا تسبیح کرتے یا نماز میں مشغول رہتے ان کا سارا دن انہی امور میں تقسیم تھا امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں حماد بن سلمہ ہمارے ہاں ثقات میں سے ہیں اور اس بارے میں ہماری بصیرت میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا ہے، نیز فرماتے تھے جب کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ حماد بن

سلمہ پر انگلی اٹھا رہا ہے، اس کے اسلام کو متہم سمجھو کیونکہ وہ غالی قسم کا مبتدع ہو گا۔ ان کا انتقال بھی مسجد میں حالت نماز میں ۱۶۷ھ میں ہوا۔[1]



(۱) سیر اعلام النبلاء ۷/۴۴۴ مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۲/۲۶، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۲۹۶، دار ابن كثير.

(10) أبو عوانة

الاسم	أبو عوانة وضاح بن عبد الله اليشكري البصري
الشهرة	ابو عوانة وضاح بن عبد الله
المسكن	البصرة
الرتبة	ثقة ثبت
الوفاة	۱۷۵ھ او ۱۷۶ھ

حالات

یہ یزید بن عطاء یشکری کے مولیٰ تھے جرجان کے قیدیوں میں سے تھے ان کے آقا نے انہیں اختیار دیا تھا کہ چاہے تو یہ آزاد ہو جائیں اور یا غلامی میں رہ کر حدیث لکھتے رہیں، انہوں نے کتابت حدیث کو آزادی پر ترجیح دی، پھر بعد میں یزید نے ان کو آزاد بھی کر دیا، اور آزادی کا قصہ بھی بڑا عجیب ہے ان کے پاس ایک سائل آیا اور کہنے لگا آپ مجھے دو درہم دے دو تو میں آپ کو بہت نفع پہنچاؤں گا انہوں نے دے دیئے تو وہ روساء بصرۃ میں سے ایک ایک کے پاس جا کر کہتا پھرا کہ یزید بن عطاء کو جا کر مبارک باد دو کہ انہوں نے ابو عوانہ کو آزاد کر دیا، تو وہ سب روسا جمع ہو کر یزید کے پاس پہنچے اور ان کو مبارکباد دینے لگے تو یزید نے اس بات کو ناپسند کیا کہ وہ یہ کہیں کہ میں نے آزاد نہیں کیا تو حقیقت میں آزاد کر دیا۔ انہوں نے حسن بصری اور ابن سیرین وغیرہ کبار تابعین کی زیارت کی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں جب یہ کتاب سے حدیث بیان کریں تو درست بیان کرتے ہیں اور زبانی بیان کرنے میں کبھی وہم کا شکار ہوتے ہیں۔ اور یہ بات دیگر ائمہ نے بھی فرمائی ہے کہ جب یہ کتاب سے نقل کریں تو ان کا نقل کرنا شعبہ، ہشیم وغیرہ حضرات کے زبانی نقل کرنے سے بہتر ہوتا ہے لیکن زبانی نقل کرنے میں غلطی کر جاتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں یہ تو مشاھیر میں سے ایک ہیں؛ ائمہ نے ان پر اعتماد کیا ہے، اور جمہور محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔ یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں: ثبت صالح الحفظ صحيح الكتاب. ۱۷۵ یا ۱۷۶ھ میں انتقال ہوا۔[1]



(1) سير اعلام النبلاء ۲۱۷/۸، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۴۶۳/۷، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۳۴۴/۲، دار ابن كثير.

(11) شعبة بن الحجاج

الاسم	أبو بسطام شعبة بن الحجاج بن الورد الواسطي ثم البصري
الشهرة	شعبة بن الحجاج
المسكن	الواسط، البصرة
الرتبة	ثقة حافظ متقن و كان عابدا
الوفاة	۱۶۰ ھ

حالات

یہ بصرہ کے مشہور محدث ہیں، حاکم نیشاپوریؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں یہ معرفت حدیث میں بصرہ میں امام الائمہ تھے حضرت انس بن مالک اور عمرو بن سلمہ الجرمی رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے اور تابعین میں سے چار سو مشائخ سے حدیث لی ہے۔ چھوٹی عمر میں بصرہ آگئے تھے اور پھر وہیں زندگی گذاری ابتداء میں لغت اور شعر میں دلچسپی رکھتے تھے اور شعر میں بڑی مہارت پیدا کی تھی یہاں تک کہ اصمعی فرماتے ہیں میں نے شعبہ سے زیادہ شعر جاننے والا نہیں دیکھا پھر ایک دفعہ حکم بن عتیبہ کے پاس سے گذرے اور وہ حدیث بیان کر رہے تھے تو ان کو حدیث کے حصول کا شوق پیدا ہوگیا، اور پھر علوم الحدیث میں وہ مہارت حاصل کی کہ سفیان ثوریؒ انہیں امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے ہیں، اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کو کوئی نہ جانتا ذھبی کہتے ہیں ان کے زمانے میں حدیث کے معاملے میں ان سے بڑھا ہوا کوئی نہیں تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں شعبہ، اعمش سے اثبت اور سفیان ثوری سے حدیث میں بہتر ہیں انہوں نے تیس ایسے کوفی حضرات سے روایت کی ہے جن سے سفیان کی ملاقات نہ ہوسکی پھر فرمایا شعبہ تو حدیث کے معاملے میں اکیلے ہی ایک امت تھے، رواۃ پر جرح وتعدیل کی ابتداء بھی انہوں نے کی پھر ان سے یحیی بن سعید القطان اور عبدالرحمن بن مھدی وغیرہ متعدد حضرات نے یہ فن لیا اور پھر امت میں شائع ہوگیا،

تدلیس کو انتہائی مذموم خیال کرتے تھے، کسی راوی میں معمولی سی بات تھی دیکھتے تو اس سے روایت نہ لیتے اس لیے ان کی ہر جرح قبول نہیں کی گئی، اس احتیاط کے باوجود اتنی کثرت سے روایات ان سے منقول ہیں کہ ابو داود طیالسیؒ کہتے ہیں میں نے ان سے سات ہزار روایات لی ہیں اور غندر نے بھی ان سے سات ہزار روایات لی ہیں، فقراء کی بہت خبر گیری کرتے تھے زہد و عبادت میں بھی بہت مشہور ہیں۔ ۱۶۰ھ میں انتقال ہوا۔[1]



(۱) سیر اعلام النبلاء۷/۲۰۴،مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب۳/۳۲۰،دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب۲/۲۶۹، دار ابن كثير.

(12) معمر بن راشد

الاسم	أبو عروة معمر بن راشد الأزدي البصري نزيل اليمن
الشهرة	معمر بن راشد
المسكن	البصرة، اليمن
الرتبة	ثقة ثبت فاضل
الوفاة	۱۵۴ھ

حالات

یہ صحیفہ ھمام بن منبہ کے راوی ہیں، امام زہری کے بھی بڑے شاگرد شمار ہوتے ہیں، ان کی خدمت میں ایک زمانے تک رہے ہیں نیز قتادۃ، عمرو بن دینار، ابواسحاق السبیعی وغیرہ متعدد حضرات سے نقل کرتے ہیں، علی بن مدینی رحمہ اللہ نے مدار الأسانید حضرات کے دوسرے طبقے میں ان کو شمار کیا ہے، اور یمن میں سب سے پہلے حدیث کی تصنیف کرنے والے شمار ہوتے ہیں۔ یہ بصرہ کے رہنے والے تھے لیکن تحصیل علم کے لئے بہت سفر کیا کرتے تھے، جب بڑے محدّث ہو گئے تو ایک بار یمن کا سفر کیا، اہل یمن نے ان کے علم وفضل کو دیکھا تو باہم مشورہ کیا کہ ان کو یہاں ٹھہرانے کی تدبیر کرنی چاہیئے تو انہوں نے ان کی وہاں شادی کروادی اور یہ وہاں مقیم ہو گئے اور بیس سال یمن کے شہر صنعاء میں رہے، اہل یمن پر ان کے علم کے گہرے نقوش مرتب ہوئے، سفیان ثوری رحمہ اللہ ان کے پاس سفر کر کے علم حاصل کرنے گئے اور ان کے بڑے شاگرد شمار ہوتے ہیں، ایک بار سفیان ثوری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے زہری رحمہ اللہ سے احادیث کیوں نہیں لیں تو فرمایا سفر کے لئے زادراہ نہ تھا اور ہمیں معمر کافی ہو گئے تھے، ان کی عمر زیادہ ہوئی لہذا بہت سے لوگوں نے ان سے حدیث حاصل کی، مشتبہ مال سے بہت احتیاط کرتے تھے، ان کی علوم الحدیث میں مہارت اور علمی رسوخ پر ائمہ کے بہت سے اقوال ہیں۔ ۱۵۴ھ میں انتقال ہوا[۱]



(۱) سير اعلام النبلاء ۷/۵، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۷/۱۳۵، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۲۴۴، دار ابن كثير.

تیسرا طبقہ:

(1) یحی بن آدم

الاسم	أبوزكريا يحي بن آدم بن سليمان الكوفي الأموي القرشي
الشهرة	یحیٰ بن آدم
المسكن	الكوفة
الرتبة	ثقة حافظ فاضل
الوفاة	۲۰۳ھ

حالات

یہ خالد بن عقبہ بن ابی معیط کے موالی میں سے ہیں، والد صاحب کا ان کی پیدائش سے قبل ہی انتقال ہوگیا تھا، یہ محدّث ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہہ بھی تھے، ابواسامہ کہتے ہیں ان کو دیکھ کر شعبی یاد آتے تھے، امام ابوداوودؒ سے ان کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمانے لگے کہ یحیٰ تو اپنی مثال اپ تھے۔ ابواسامہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں فقہ کے اعتبار سے لوگوں کے بڑے تھے پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں اوران کے بعد شعبی اپنے زمانہ میں اوران کے بعد سفیان ثوری اور ثوریؒ کے بعد یحیٰ بن آدم بڑے فقیہہ ہیں۔ اس قول پر حافظ ذھبیؒ کو جوش آیا اور ہر دور کے ائمہ علم واجتھاد کی فہرست شمار کروائی ہے۔

علی بن مدینیؒ نے مدار الاسانید حضرات کے تیسرے طبقہ میں ان کو شمار کیا ہے۔ ان کی تصانیف بھی ہیں جن میں کتاب الخراج مشہور ہے، طبع شدہ ملتی ہے۔ ۲۰۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔[1]



---

[1] سير اعلام النبلاء ۵۹۹/۲، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۵۱۵/۷، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۱۸/۳، دار ابن كثير.

(2) یحیی بن زکریا بن ابی زائدۃ

الاسم	أبو سعيد يحيى بن زكريا بن أبي زائدة الهمداني الوداعي الكوفي
الشهرة	يحىٰ بن زكريا بن أبي زائدة
المسكن	كوفة
الرتبة	ثقة متقن
الوفاة	۱۸۳ ھ او ۱۸۴ھ

حالات

ان کے دادا کا نام میمون بن فیروز ہے جو ایک وادعیہ خاتون کے مولی تھے اس بناء پر ان کی نسبت وادعی ہے، ان کے والد زکریا بن ابی زائدہ بھی محدّث تھے اور کوفہ کے قاضی بھی تھے یحییٰ نے اپنے والد نیز ہشام بن عروہ، اعمش، عبید اللہ بن عمرو غیرہ حضرات سے روایت لی ہے، امام ابو حنیفہؒ سے علم فقہ حاصل کیا اور کوفہ کے بڑے فقیہہ شمار ہوئے۔علی ابن مدینی فرماتے ہیں شعبی کے زمانہ میں ان پر علم کی انتہاء ہوگئی پھر ان کے بعد سفیان ثوری کے زمانہ میں ان پر اور پھر یحیٰ بن ابی زائدہ کے زمانہ میں ان پر علم کی انتہاء ہوگئی، ایک بار فرمایا سفیان ثوری کے بعد کوفہ میں ابن ابی زائدۃ سے اثبت کوئی نہ تھا، محمد بن عبد اللہ بن نمیر کہتے ہیں ابن ابی زائدہ، اتقان میں امام شافعیؒ سے زیادہ تھے، یہ مدائن کے قاضی بھی رہے ہیں اور علم حدیث وفقہ کے بہترین جامع تھے، علی بن مدینیؒ نے مدار الاسانید میں ان کو شمار کیا ہے، ابن ابی حاتم کہتے ہیں یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کوفہ میں کتب تصانیف کیں۔احمد فرماتے ہیں وکیع نے ان کی کتب کی بنیاد پر اپنی کتابیں لکھی ہیں۔اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ فرمایا کرتے تھے یحیٰ بن زکریا بن ابی زائدہ تو حدیث میں معطر دلہن کی طرح ہیں یعنی بہت قابل قدر ہیں۔ ۱۸۳ھ یا ۱۸۴ھ میں انتقال ہوا۔[1]



(۱) سير اعلام النبلاء ۸/۳۳۷، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۷/۵۴۱، دار الحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۳۶۶، دار ابن كثير۔

(3) یحی بن سعید القطان

الاسم	أبو سعيد يحيى بن سعيد بن فروخ البصري التميمي
الشهرة	يحيىٰ بن سعيد القطان
المسكن	بصرة
الرتبة	ثقة متقن حافظ امام قدوة
الوفاة	۱۹۸ھ

حالات

حافظ ذھبی ان کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے ہیں، علم الحدیث میں بلاشبہ بڑے پائے کے امام اور علل اور رجال کے بڑے ماہر بلکہ ان فنون کی ابتداء کرنے والوں میں سے تھے۔ شعبہ کی خدمت میں بیس سال رہے ہیں، عبد الرحمن بن مہدی جو ان کے معاصر تھے انہوں نے ان سے دو ہزار احادیث اپنی تصانیف میں ذکر کی ہیں، امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے یحیٰ بن سعید القطان کی مثل کوئی شخص نہیں دیکھا، یحییٰ بن معین کہتے ہیں مجھے ابن مہدیؒ نے کہا آپ اپنی ان آنکھوں سے یحییٰ القطان جیسا کوئی شخص نہ دیکھ پاؤ گے۔

علی بن مدینیؒ کہتے ہیں میں نے رجال کی معرفت میں ان سے بڑا عالم نہیں دیکھا، بندار کہتے ہیں یہ اپنے زمانہ والوں کے امام تھے نیز فرمایا کہ میں بیس سال ان کی خدمت میں جاتا رہا میرا نہیں خیال کہ انہوں نے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہوگی۔ اور ان کو دنیا کی کسی شئی میں رغبت نہ تھی، ان کی مدح میں علماء کے اقوال بہت ہیں ان کے پوتے احمد بن محمد بن یحیٰ القطان فرماتے ہیں میرے دادا نہ مزاح کرتے تھے نہ ہی مسکرانے کے علاوہ ہنستے تھے اور نہ اجتماعی حمام میں جایا کرتے تھے اور نہ سرمہ تیل کا بہت اہتمام کرتے تھے، یحیٰ بن معین کہتے ہیں کہ یحیی بن سعید بیس سال سے ہر رات قرآن مجید ختم کرتے ہیں، علی بن مدینیؒ کہتے ہیں ہم یحییٰ کے پاس تھے تو ایک شخص نے سورۂ دخان کی تلاوت کی تو یحییٰ پر غشی طاری ہوگئی۔ امام نسائی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو حدیث مبارکہ کی حفاظت کے لئے پیدا کیا وہ مالک، شعبہ اور یحییٰ

القطان ہیں، محمد بن بندار کہتے ہیں میں نے علی بن مدینیؒ سے پوچھا وہ کون ہے جس سے اسلام کو سب سے زیادہ نفع پہنچا تو فرمایا یحییٰ القطان، امام احمد فرماتے ہیں الیہ المنتہی فی التثبت۔ ۱۹۸ھ میں انتقال ہوا۔[1]



[1] سیر اعلام النبلاء ۹/۱۷۵، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۷/۵۴۸، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۴۶۸، دار ابن كثير۔

(4) عبدالرحمن بن مہدی

الاسم	أبو سعيد عبدالرحمن بن مهدي بن حسان البصري الأزدي
الشهرة	عبدالرحمن بن مهدي
المسكن	البصرة
الرتبة	ثقة ثبت حافظ عارف بالرجال والحديث
الوفاة	۱۹۸ھ

حالات

یہ یحیٰی بن سعید القطان کے معاصر ہیں اور علم وفضل میں ان کی نظیر ہیں، دونوں کا انتقال بھی ایک سال میں ہوا، امام شافعیؒ فرماتے ہیں علوم الحدیث میں ان کی نظیر نہ تھی، انہوں نے بہت کم عمری سے علم الحدیث حاصل کرنا شروع کیا اور بڑے امام بن گئے، امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ یہ یحییٰ القطان سے زیادہ فقیہہ تھے نیز فرمایا اگر وکیع اور ان کا اختلاف ہو تو یہ اثبت ہیں کیونکہ ان کا زمانہ کتاب اللہ سے زیادہ قریب کا ہے، علی بن مدینی فرماتے ہیں یہ اعلم الناس بالحدیث ہیں۔ محمد بن ابو بکر المقدمی کہتے ہیں میں نے ان سے متقن کوئی شخص نہیں دیکھا یہ ثبت اور امام تھے نیز یحییٰ بن سعید سے اثبت اور وکیع سے اتقن تھے، ابو حاتم رازی فرماتے ہیں امام احمد بن حنبلؒ سے یحیٰی بن سعید اور ابن مہدی کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا ابن مہدی ان دونوں میں زیادہ احادیث کے حامل تھے، علی بن مدینی کہتے تھے کہ اگر مجھے رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہو کر قسم کھانے کی نوبت آئے تو میں یہ قسم کھانے کو تیار ہوں کہ میں نے عبدالرحمن بن مہدی سے زیادہ حدیث کا عالم نہیں دیکھا۔ علی بن مدینیؒ نے مدار الاسانید میں ان کو شمار کیا ہے۔ ان کی شان میں بھی علماء کے اقوال بہت ہیں، عبادت گزار بھی بہت تھے ہر رات نصف قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے، جہاں نماز پڑھتے تھے کثرت سجدہ کی وجہ سے زمین پر نشان پڑ گیا تھا۔ ۱۹۸ھ میں انتقال ہوا۔[1]

❁ ❁ ❁

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۸/۳۳۷، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۷/۵۴۱، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۴۶۷، دار ابن كثير.

(5) عبداللہ بن مبارک

الاسم	أبو عبدالرحمن عبدالله بن مبارك بن واضح الحنظلي المروزي
الشهرة	عبدالله بن مبارك
المسكن	مرو يمن، بصره
الرتبة	ثقة ثبت فقيه عالم جواد مجاهد جمعت فيه خصال الخير
الوفاة	۱۸۱ھ

حالات

حافظ ذھبی ان کے بارے میں لکھتے ہیں: شيخ الاسلام عالم زمانه وأمير الأتقياء في وقته. ان کی خوبیاں اس قدر زیادہ ہیں اور ہر نیک عمل میں ان کا پایہ ایسا بلند ہے کہ اس کی نظیر نہیں، انہوں نے اپنی زندگی طلب علم اور جہاد میں گذاری اور تجارت بھی کیا کرتے تھے اور اس سے جو مال حاصل ہوتا وہ اہل ضرورت پر بے دریغ خرچ کرتے حج کے لئے جاتے تو ایک خلقت ان کے ساتھ ہوتی جن کا خرچ ان کے ذمہ ہوتا، صاحب تصانیف بھی ہیں اور خراسان میں سب سے پہلے حدیث میں تصنیف کرنے والے شمار ہوتے ہیں، مرو جو اس دور میں خراسان کا دارالخلافہ تھا اس کے رہنے والے تھے، ان کے مشائخ وتلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے، حافظ ذھبی چند معروف حضرات کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں: وأمم يتعذر إحصاؤهم ويشق إستقصاؤهم نیز فرماتے ہیں ان کی حدیث کے حجت ہونے پر اجماع ہے، نعیم بن حماد کہتے ہیں کہ یہ بکثرت گھر میں تنہا رہتے تھے کسی نے پوچھا آپ کو اس تنہائی سے وحشت نہیں ہوتی تو فرمایا مجھے وحشت کیسے ہوسکتی ہے جبکہ میں رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے ساتھ ہوں۔ (یعنی خلوت میں بھی احادیث کا اعادہ ومطالعہ فرمایا کرتے تھے اسے آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کی ہمنشینی سے تعبیر فرمایا) عباس بن مصعب کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارکؒ حدیث، فقہ عربیت، تاریخ، شجاعت، سخاوت، تجارت اور حسن سلوک سب خوبیوں کے جامع تھے، ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید رقہ آئے تو لوگوں نے ابن المبارک سے علم حاصل کرنے کے لئے ایسا ہجوم کیا کہ ازدحام کی وجہ سے لوگوں کے جوتے ٹوٹ گئے اور فضاء میں گرد وغبار چھا گیا ہارون الرشید کی ام ولد محل کی کھڑکی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی کہنے لگی اصل سلطنت تو یہ ہے نہ کہ ہارون الرشید کی کہ وہ

توچند لوگ جمع کرنے کے لئے بھی پولیس اوراعوان وانصار کا محتاج ہے۔علی بن مدینیؒ نے ان حضرات میں شمار کیا ہے جو مدار الاسانید ہیں۔ ۱۸۱ھ میں انتقال ہوا۔[1]



(۱) سیراعلام النبلاء۸/۳۷۸، مؤسسةالرسالة، تهذیب التهذیب۴/۱۴۱،دارالحدیث القاهرة،شذرات الذهب۲/۳۶۱، دار ابن کثیر

(6) وکیع بن جراح

الاسم	أبو سفيان وكيع بن الجراح بن مليح الرؤاسي الكوفي
الشهرة	وكيع بن الجراح
المسكن	كوفة
الرتبة	ثقة حافظ عابد
الوفاة	۱۹۶ھ او ۱۹۷ھ

حالات

یہ کوفہ کے مشہور محدّث ہیں، ان کے والد کوفہ کے بیت المال کے نگران تھے اور بہت بارعب آدمی تھے وکیع علم کے سمندروں اور ائمہ حفاظ میں سے ایک تھے، سفیان ثوری کے خاص شاگرد ہیں نیز اعمش سے کافی استفادہ کیا ہے، خود فرماتے ہیں سفیان ثوری کی مجلس میں میں نے کبھی روایت نہیں لکھی بلکہ زبانی یاد کرلیا کرتا تھا اور جب گھر واپس آتا تو لکھ لیتا تھا، یحیٰ بن یمان کہتے ہیں سفیان ثوریؒ نے میرے سامنے یہ بات کہی کہ اس رواسی کی ایک دن بڑی شان ہونے والی ہے پھر جب سفیانؒ کا انتقال ہوا تو وکیع ان کے جانشین ہوئے اور ان کی جگہ بیٹھے، امام ابوحنیفہؒ کے بھی بڑے شاگرد ہیں اور انہیں کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے استاد ہیں۔

وکیع امام اعمش کی خدمت میں جب پہلی بار گئے تو ان کو معلوم ہوا کہ یہ تو بیت المال کے نگران کے صاحبزادے ہیں تو کہا پہلے میرا وظیفہ اپنے والد صاحب سے وصول کر کے لاؤ پھر روایات سناؤں گا، انہوں نے ایسا ہی کیا اس کے بعد کئی سال اعمش کی خدمت میں جاتے رہے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں میں نے وکیع سے زیادہ علم کو محفوظ کرنے والا اور یاد رکھنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا، ایک بار فرمانے لگے وکیع تو حافظ ہیں میں نے ان کے مثل کوئی نہیں دیکھا، حافظ ذھبیؒ اس پر لکھتے ہیں امام احمد وکیع کی بہت زیادہ تعظیم وتوقیر کیا کرتے تھے، ایک دفعہ فرمایا میں نے کبھی بھی علم، حفظ اسناد، ابواب، خشوع اور ورع میں وکیع جیسا کوئی نہیں دیکھا، حافظ ذھبی فرماتے ہیں دیکھو امام احمدؒ کا یہ فرمانا رجال میں ان کے بہت محتاط کلام اور ورع کے باوجود ہے اور امام احمد بن حنبلؒ نے علماء

کبار جیسے ھشیم، ابن عیینہ، یحیٰ القطان اور امام ابو یوسفؒ جیسے حضرات کی زیارت کی تھی۔ یحیٰ بن معین فرماتے ہیں میں نے ان سے قوی حافظہ والا کوئی شخص نہیں دیکھا، جریر کہتے ہیں میرے پاس عبداللہ بن مبارکؒ آئے تو میں نے ان سے پوچھا آج کے دن کوفہ کا بڑا عالم کون ہے؟ پہلے انہوں نے سکوت کیا پھر فرمانے لگے دنوں شہروں کے بڑے عالم وکیع ہیں۔ ہمیشہ روزہ رکھتے اور رات کو ایک قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ ۱۹۶ھ یا ۱۹۷ھ میں انتقال ہوا۔[1]



---

(۱) سیر اعلام النبلاء۹/۱۴۰،مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب۷/۴۶۹، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب۲/۴۵۸، دار ابن كثير.

مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ:

(1) سعید بن المسیب

الاسم	أبو محمد سعيد بن المسيب بن حزن القرشي المخزومي المدني
الشهرة	سعيد بن المسيب
المسكن	المدينة
الرتبة	احد العلماء الاثبات الفقهاء الكبار
الوفاة	بعد ٩٠ھ

حالات

سعید بن المسیب رحمہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال پیدا ہوئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے داماد بھی تھے اور ان کی نیز دیگر صحابہ رضی اللہ عنہ کی احادیث سے خوب واقف تھے، علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے تابعین میں ان سے زیادہ علم والا کسی کو نہیں دیکھا اور وہ میرے نزدیک تابعین میں سے مقام کے اعتبار سے سب سے بڑے ہیں ابن حبّان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چالیس سال سے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مؤذن نے اذان دی ہو اور میں مسجد میں موجود نہ ہوں چالیس حج کئے، حق گوئی کی وجہ سے حکمرانوں کے ہاتھوں تکلیفیں بھی اٹھانا پڑیں۔ ان کو عالم العلماء اور فقیہ الفقہاء کہا جاتا تھا ان کی مراسیل بھی بالاتفاق قبول کی جاتی ہیں۔ ۹۰ھ کے بعد انتقال ہوا۔[1]



(۱) سير اعلام النبلاء ۴/۲۱۷، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۳/۹۸ دار الحديث القاهرة، شذرات الذهب ۱/۳۷۰ دار ابن كثير.

(2)ابن سیرین

الاسم	أبوبكر محمد بن سيرين الأنصاري البصري
الشهرة	محمد بن سيرين
المسكن	بصرة، بغداد
الرتبة	ثقة ثبت عابد كبير القدر
الوفاة	۱۲۰ھ

حالات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال باقی تھے جب ان کی پیدائش ہوئی۔ان کے والد سیرین حضرت انس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں مکاتب بنادیا تھا، مقررہ وقت سے پہلے ہی مال مکاتب اداء کر کے آزاد ہوئے۔علم وفضل میں اپنی مثل آپ تھے عمرو بن دینار ایک بار کہنے لگے کہ واللہ میں نے طاوس کی مثل کسی کو نہیں دیکھا تو ایوب سختیانی بھی وہاں موجود تھے یہ بات سن کر فرمانے لگے اللہ کی قسم اگر تم نے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہوتا تو یہ نہ کہتے۔علم الحدیث کے علاوہ تعبیر الرؤیا کے بہت بڑے ماہر تھے، اس بارے میں ان کے قصے بہت عجیب ہیں ان کے زمانے میں اور لوگ جیسا کے سعید بن المسیب وغیرہ بھی تعبیر رویا کے ماہر تھے لیکن اس فن میں ان کے درجہ کو کوئی نہیں پہنچا، نیز علم تفسیر، حساب وفرائض اور علم قضاء میں بھی مہارت رکھتے تھے۔بہت خوش مزاج اور بردبار تھے، ان کا حلم مشہور تھا، ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے، حدیث بیان کرنے میں روایت بالمعنی سے اجتناب کرتے۔تاجر بھی تھے ایک بار معمولی سا شبہ ہوا تو 40ہزار درہم کا جو نفع حاصل ہوا تھا سب صدقہ کر دیا۔۱۲۰ھ میں انتقال ہوا۔[1]



(۱)سير اعلام النبلاء۴/۶۰۶، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب۶/۲۸۴، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب۴/۵۸، دار ابن كثير.

(3)عبدالرحمن بن هرمز الأعرج

الاسم	أبو داؤد عبدالرحمن بن هرمز الأعرج المدني
الشهرة	الأعرج
المسكن	المدينة، الاسكندرية
الوظيفة	الكاتب، يكتب المصاحف
مولى	ربيعة بن الحارث بن عبدالمطلب
الرتبة	ثقة ثبت عالم
الوفاة	١١٧ھ

حالات

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کے مولیٰ ہیں ان کی چال میں کچھ لنگڑاہٹ تھی اس لئے اعرج کہتے ہیں۔

فن قرأت میں بھی شہرت رکھتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احادیث کے علاوہ قرأت کا فن بھی باقاعدہ زبانی سنا کر حاصل کیا تھا، مدینہ منورہ کے مشہور قاری نافع بن عبدالرحمٰن جو قراء سبعہ میں شامل ہیں انہوں نے قرأت کا فن انہی سے حاصل کیا ہے، اپنے ہاتھ سے قرآن مجید لکھا کرتے تھے، انساب قریش اور علوم عربیت کے بھی بڑے ماہر سمجھے جاتے ہیں کہا جاتا ہے کہ علوم عربیہ انہوں نے ابوالاسود دؤلی سے حاصل کئے اور اس کے قواعد کو مدوّن کیا۔

آخری عمر میں مصر کا سفر کیا اور کچھ سال وہاں مقیم رہے اسی دوران اسکندریہ میں ان کا انتقال ہوا۔[1]



(١) سير اعلام النبلاء٥/٦٩، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب٤/٢٠٢، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب٢/٨٠، دار ابن كثير.

(4) سعید بن أبی سعید المقبری

الاسم	أبو سعد سعيد بن أبي سعيد كيسان المقبري، المدني، الليثي مولاهم
الشهرة	سعيد بن أبي سعيد المقبري
المسكن	المدينة
مولى	بني جندع من بني ليث بن بكر عبد مناف
الرتبة	ثقة إختلط قبل موته بأربع سنين وروايته عن عائشة أم سلمة مرسلة.
الوفاة	١٢٠ھ

حالات

یہ جنت البقیع قبرستان میں رہتے تھے یا اس کے پاس ان کا گھر تھا اس لئے انہیں مقبری کہتے ہیں، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عائشہ، ام سلمہ، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ متعدد صحابہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔ ان سے نقل کرنے والوں میں لیث بن سعد اور ابن ابی ذئب اثبت ہیں۔ وفات سے چار سال قبل اختلاط کا شکار ہوئے لیکن امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول اس دور میں ان سے کسی نے روایت نہیں لی، لہٰذا ان سے مروی روایات بلا تردد قبول کی جاتی ہیں۔ ۱۲۰ھ کے قریب انتقال ہوا۔[1]



(۱) سير اعلام النبلاء ٢١٦/٥، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ٩٠/٣ دار الحديث القاهرة، شذرات الذهب ١٠٢/٢، دار ابن كثير.

(5)أبو صالح ذكوان السمان المدني

الاسم	ذكوان
الكنية	أبوصالح
اللقب	السمان، الزيات
النسبة	المدني
المسكن	مدينة، كوفة
الرتبة	ثقة ثبت
الوفاة	١٠١ھ

حالات

یہ جویریہ بنت احمس نامی خاتون کے مولیٰ تھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عرصہ تک رہے، ان کے عمدہ اوصاف کی وجہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر یہ بنی عبدمناف میں سے ہوتے تو بھی کچھ بعید نہ تھا۔ مدینہ منورہ سے گھی اور تیل وغیرہ لے جاکر کوفہ فروخت کیا کرتے تھے، اسی وجہ سے ان کا لقب سمّان اور زیات ہے، اس تجارت کی وجہ سے کوفہ میں بھی ٹھہرنے کی ضرورت پیش آتی تھی تو اہل کوفہ آپ سے احادیث حاصل کرتے تھے امام اعمش جوان سے سب سے زیادہ روایات نقل کرتے ہیں انہوں نے غالباً اسی اقامت کے دوران ان سے روایات لی ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ہزار سے زیادہ روایات لی ہیں۔ ابوصالح کے تین بیٹے بھی محدّث ہیں ان میں سے سہیل بن ابی صالح رحمۃ اللہ علیہ زیادہ مشہور ہیں اپنے والد کی احادیث کی اشاعت میں امام اعمش کے ساتھ ساتھ ان کا بھی بڑا کردار ہے۔ ابوصالح بہت رقیق القلب تھے ایک مسجد میں اذان دیا کرتے تھے، ایک بار امام کے آنے میں تاخیر ہوئی تو لوگوں نے ان کو امام بنایا تو گریہ کی شدت سے ان کے لئے نماز پڑھانا مشکل ہوگیا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں "ثقة من أجلّ الناس وأوثقهم" تقریباً ۱۰۱ھ میں انتقال ہوا۔[1]

❁❁❁

(۱) سیر اعلام النبلاء۵/۳۶، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب۲/۴۶۰، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب۵/۳۰۱، دار ابن كثير.

(6)أبورافع

الاسم	أبورافع نفيع بن رافع المدني ثم البصري
الشهرة	أبورافع مولى آل عمر
المسكن	المدينة، البصرة
الوظيفة	الصائغ
الرتبة	ثقة ثبت
الوفاة	فی حدود ۹۰ھ

حالات

یہ ائمہ تابعین میں سے ہیں، انہوں نے زمانۂ جاھلیت بھی پایا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات میں غلام تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملاقات کی نوبت نہیں آئی۔ان کے آقا کی تعیین میں کوئی حتمی بات معلوم نہیں۔

بہر حال جب آزاد ہوئے تو رونے لگے کہ پہلے مجھے دو اجر ملتے تھے ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اور ایک مولیٰ کی خدمت کا اب ایک ملا کرے گا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ خلفاء اربعہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ اور متعدد صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔(۱)



(۱) سیر اعلام النبلاء۴/۴۱۴، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب۸/۲۰۸، دارالحديث القاهرة.

(7) أبو سلمة بن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

الاسم	أبو سلمة عبد الله بن عبد الرحمن بن عوف المدني، الزهري، القرشي
المسكن	مدينه
الوظيفة	قاضي المدينة، أحد فقهاء المدينة السبعة
الرتبة	ثقة، إمام، مكثر
الولادة	۲۲ھ
الوفاة	۹۴ھ

حالات

یہ مشہور صحابی حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، مدینہ منورہ کے بڑے علماء میں سے شمار ہوتے ہیں، مدینہ منورہ میں فقہاء سبعہ جو مشہور ہیں ان میں سے ایک ہیں۔ اپنے والد صاحب سے بھی کچھ روایات نقل کی ہیں لیکن ان کا انتقال ان کے بچپن میں ہوگیا تھا لہذا ان سے زیادہ روایات لینے کی نوبت نہیں آئی۔ حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھی بڑے شاگرد شمار ہوتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی رضاعی خالہ ہیں، خوبصورت آدمی تھے مدینہ منورہ کے قاضی بھی رہے ہیں، ان کے بیٹے عمر بن ابی سلمہ نیز ان کے بھتیجوں اور تابعین کی ایک بڑی جماعت نے ان سے حدیث نقل کی ہے۔

امام ابوحاتم وابوزرعہ رازی رحمہ اللہ کی رائے ان کے بارے میں یہ ہے "ثقة إمام حديثه عن ابيه مرسل" ۹۴ھ میں انتقال ہوا۔[1]



(۱) سير اعلام النبلاء۴/۲۸۷، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب۸/۲۳۳، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۱/۳۷۶، دار ابن كثير.

(8)همام بن منبه

الاسم	أبو عقبة همام بن منبه كامل اليماني، الصنعاني، الأبناوي
الشهرة	همام بن منبة اليماني
المسكن	صنعاء يمن، المدينة
الرتبة	ثقة
الوفاة	۱۳۲ھ

حالات

یہ صاحب الصحیفہ کہلاتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی کچھ احادیث انہوں نے ایک صحیفہ میں لکھ کر جمع کی تھیں، یہ صحیفہ حدیث مبارکہ کی موجودہ دور میں دستیاب قدیم ترین لکھی ہوئی دستاویز ہے۔ جو ڈاکٹر حمید اللہ صاحب مقیم فرانس کی تحقیق کے ساتھ کچھ عرصہ پہلے شائع ہوا ہے یہ یمن کے شہر صنعاء کے پاس ذمار نامی علاقہ میں رہتے تھے اور ابناوی نسبت کی وجہ یہ ہے کہ یہ فارسی النسل تھے اسلام سے قبل کسری نوشیروان نے سیف بن ذی یزن کی درخواست پر حبشیوں سے جنگ کے لئے ایک فوج بھیجی تھی، اس فوج کے جو لوگ مستقل طور پر یمن میں ہی آباد ہو گئے تھے ان کو ابناء کہتے ہیں یعنی یہ ابناء فارس ہیں عربی النسل نہیں۔ ہمام کے والد لوگوں میں سے تھے ان ہمام کے چھوٹے بھائی وہب بن منبہ بھی مشہور راوی ہیں، بالخصوص اسرائیلیات کی روایت کرتے ہیں اپنے علاقے کے قاضی بھی تھے، ہمام بڑے مجاہد بھی تھے جب جہاد کے لئے جاتے تو مختلف علاقوں سے اپنے بھائی کے لئے کتب خرید کرلاتے تھے، ہمام بن منبہ نے بہت طویل عمر پائی یہاں تک کہ ان کے بال سفید ہونے کے بعد دوبارہ سیاہ ہونے لگے اور ان کی بھنویں بڑھ کر ان کی آنکھوں پر آ گئی تھیں[1]

❁❁❁

---

(۱)سیر اعلام النبلاء۵/۳۱۱، مؤسسة الرسالة،تهذيب التهذيب۷/۴۱۹، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب۲/۱۳۶، دار ابن كثير.

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مشہور تلامذۃ کا مفصل تعارف :

(1)سالم بن عبداللہ بن عمر

الاسم	أبو عبدالله سالم بن عبدالله بن عمر بن الخطاب رضي الله عنهما المدني، القرشي، العدوي
الشهرة	سالم بن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما
المسكن	المدينة
الوظيفة	أحدالفقهاء السبعة على قول
الرتبة	ثقة ثبت
الوفاة	١٠١ھ

حالات

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سالم مولیٰ حذیفہ رضی اللہ عنہ کے نام پر ان کا نام رکھا تھا بہت ہی عابد اور زاہد آدمی تھے، صرف اون کا لباس پہنتے، امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں سالم کے زمانہ میں طرز زندگی کے اعتبار سے صلحاء متقدمین سے ان سے زیادہ مشابہ اور کوئی نہ تھا، حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کے زمانہ میں مدینہ میں سات فقہاء مشہور تھے جن کی رائے کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا تھا اور ان میں سالم رحمہ اللہ کو بھی شمار کیا، بعض دیگر نے سالم رحمہ اللہ کی جگہ ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف یا ابو بکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث کو قرار دیا ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ان سے بہت محبت تھی انہوں نے بھی اپنے والد گرامی سے خوب علم حاصل کیا جب تک یہ زندہ رہے نافع حدیث بیان کرنے سے احتراز کیا کرتے تھے، ورع وتقوی میں بھی اپنے والد کے مشابہ تھے خلیفہ ھشام نے ایک بار مسجد الحرام میں انسے کہا کہ کوئی حاجت ہو تو بتائیں تو فرمانے لگے کہ اللہ کے گھر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی اور سے کچھ مانگتے ہوئے حیاء آتی ہے، پھر جب باہر نکلے تو ھشام نے دوبارہ پوچھا تو فرمانے لگے دنیا کی یا آخرت کی؟ اس نے عرض کیا کہ آخرت کی حاجت پوری کرنے پر تو قدرت نہیں دنیا کے بارے میں ہی پوچھتا ہوں یا تو فرمانے لگے دنیا تو میں نے اس کے بنانے والے سے کبھی نہیں مانگی تم سے کیا مانگوں گا؟ ۱۰۶ھ کے آخر میں انتقال ہوا۔[1]

---

(1) سير اعلام النبلاء ۴/۴۵۷، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۲/۴۳۵، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۴۰، دار ابن كثير.

(2) نافع (مولی إبن عمر رضی اللہ عنہ)

الاسم	أبو عبدالله نافع المدني القرشي ثم العدوي، العمري
المسكن	المدينة
مولى	عبدالله بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
الرتبة	ثقة ثبت
الوفاة	۱۱۶ھ

حالات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں سے اثبت شمار ہوتے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب نافع کچھ فرمائیں تو اس پر مہر لگا دیا کرو یعنی وہ حتمی بات ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بچپن سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک أصحّ الأسانید مالک عن نافع عن إبن عمر رضی اللہ عنہ ہے۔ ان کے بہت سے شاگرد ہیں، امام نسائی نے ان کے شاگردوں کے دس طبقات قائم کئے ہیں پہلے طبقہ میں امام مالک، عبیداللہ بن عمر اور ایوب سختیانی ہیں، اپنی آزادی کا واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے مولیٰ (یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے میرے عوض میں میرے مولیٰ کو ۱۲ ہزار پیش کئے لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا اور مجھے آزاد کر دیا۔ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تیس سے زیادہ حج کئے ہیں اسی سفر و حضر میں ساتھ رہنے کی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی احادیث کی معرفت میں ان سے بڑھا ہوا کوئی نہیں تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں اہل مصر کی تعلیم کے لئے انہیں معلّم بنا کر مصر بھیجا تھا، ۱۱۶ یا ۱۱۷ھ میں انتقال ہوا۔[1]



[1] سير اعلام النبلاء ٥/٩٥، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ٧/٢٩٠، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ٢/٨١، دار ابن كثير.

(3)عبداللہ بن دینار

الاسم	أبو عبدالرحمن عبدالله بن دينار القرشي، العدوي، العمري، المدني
الشهرة	عبدالله بن دينار
المسكن	المدينة
المولى	عبدالله بن عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ
الرتبة	ثقة
الوفاة	١٢٧ھ

حالات

یہ بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مولیٰ ہیں۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کرتے ہیں اور تابعین میں سے ابوصالح سمّان اور سلیمان بن یسار سے زیادہ تر روایت لیتے ہیں۔ان کی حدیث کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولاء کے ھبہ اور بیع سے منع کیا ہے صحیحین میں آئی ہے یہ اس کے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے میں متفرد ہیں تو محدّثین کہتے ہیں کہ اس روایت میں لوگ ان کے محتاج ہیں امام مالک، شعبہ، سفیان اور ان کے بیٹے عبدالرحمن ان سے نقل کرتے ہیں، بعض حضرات نے ان کی کچھ روایات میں اضطراب کا کہا ہے، حافظ ذھبی نے اس کی تردید کی ہے۔ ۱۲۷ھ میں انتقال ہوا۔[1]



(۱)سیر اعلام النبلاء۵/۲۵۳، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب۳/۶۱۰،دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب۲/۱۱۸، دار ابن كثير.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف

(1)إبن شهاب الزهري.[1]

(ان کا تعارف پیچھے مدارالأسانید حضرات کے تعارف میں گذر چکا ہے)

(2)قتادة بن دعامة .[2]

(ان کا تعارف پیچھے مدارالأسانید حضرات کے تعارف میں گذر چکا ہے)

(3)ثابت البناني

الاسم	ابو محمد ثابت بن اسلم البناني، البصري
الشهرة	ثابت البناني
المسكن	البصرة
الرتبة	ثقة ثبت
الوفاة	١٢٠ھ

حالات

بنانہ ایک خاتون تھیں جو سعد بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک کی ام ولد تھیں ان کی اولاد بصرہ میں جس محلّہ میں آباد ہوئی اسے بُنانہ کہا جانے لگا، یہ بصرہ کے قدیم محلّوں میں سے ایک شمار ہوتا ہے، ثابت وہاں کے رہنے والے تھے یہ بصرہ کے بڑے محدّثین اور زھاد میں سے تھے، علامہ ذھبی رحمہ اللہ انہیں الامام القدوۃ شیخ الاسلام لکھتے ہیں ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی احادیث مستقیم ہیں لیکن یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ ان سے ضعفاء اور مجہولین کی ایک تعداد نے بھی روایت کی ہے لہذا ان کی وہ روایات ہی لینی چاہئیں جو ثقہ رواۃ سے ہوں۔ان سے سب سے زیادہ روایات نقل کرنے والے حمّاد بن سلمہ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ (ان کی شہرت قصّہ گو کے طور پر ہوگئی تھی کہ عبرت وموعظت کے واقعات بیان کیا کرتے تھے (قصّہ گو

---

(١) شذرات الذهب ٢/٩٩، دار ابن كثير.

(٢) شذرات الذهب ٢/٨٠، دار ابن كثير.

لوگ حدیث یاد نہیں رکھ پاتے تو میں ثابت کے پاس آیا اور احادیث کو بدل بدل کر ان سے پوچھنے لگا، حضرت انس کی روایات کو ابن ابی لیلیٰ کی طرف منسوب کرتا اور اس کے برعکس کرتا رہا مگر وہ ہر دفعہ درست بات کی نشاندہی فرما دیتے، بہت زیادہ رویا کرتے تھے حتی کہ آنکھوں کی بینائی متاثر ہونے لگی طبیب نے کہا کہ اگر آنکھیں عزیز ہیں تو رونا چھوڑ دو تو فرمانے لگے ان آنکھوں میں کوئی خیر ہی نہیں ہے اگر وہ روئیں نہیں، بکر مزنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عبادت گذار کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ ثابت کو دیکھ لے اور جو احفظ زمانہ کو دیکھنا چاہے تو وہ قتادۃ کو دیکھ لے یہ دعاء فرماتے تھے کہ اگر کسی کو یہ توفیق عطاء ہو کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی یہ سعادت ملے، کہا جاتا ہے کہ ان کی تدفین کے بعد قبر کی ایک اینٹ گرگئی تو دیکھا گیا کہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ قیمتی لباس، قیمتی ٹوپی اور عمامہ پہنتے تھے، ۸۶ برس کی عمر میں ۱۲۰ھ کے بعد انتقال ہوا۔[1]



[1] سیر اعلام النبلاء ۵/۲۲۰، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۱/۵۱۲، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۹۶، دار ابن كثير.

(4) حميد بن أبی حميد الطويل

الاسم	ابو عبيدة حميد بن ابی حميد الطويل، البصري، الشامي، الدارمي، الخزاعي
المسكن	البصرة، الشام
المولى	طلحة بن عبدالله بن خلف الخزاعي المعروف بطلحة الطلحات
الرتبة	ثقة مدلس
الوفاة	۱۴۲ھ

حالات

یہ حسن بصری اور ثابت البنانی رحمہ اللہ کے بھی بڑے شاگردوں میں سے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے براہ راست بھی روایات سنی ہیں، لیکن بسا اوقات وہ روایات جو انہوں نے ثابت بنانی رحمہ اللہ کے واسطے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنی تھیں انہیں واسطہ ذکر کئے بغیر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں اس لئے مدلّسین میں شمار ہوتے ہیں لیکن جب یہ معلوم ہوگیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ان کے درمیان واسطہ ثابت بنانی ہوتے ہیں اور وہ ثقہ ہیں تو ایسی تدلیس مضر نہیں، یہ بہت لمبے قد کے نہ تھے لیکن ان کے ایک پڑوسی کا نام بھی حمید تھا اور وہ چھوٹے قد کے تھے تو انہیں حمید القصیر کہا جاتا تھا تو مقابلے میں انہیں حمید الطویل کہا جانے لگا۔

یا اس وجہ سے انہیں طویل کہا جاتا تھا کہ ان کے ہاتھ لمبے لمبے تھے، ۱۴۲ھ میں دوران نماز ان کا انتقال ہوا۔[۱]



(۱) سير اعلام النبلاء ۶/۱۶۳، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۲/۳۰۱، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/۱۹۸، دار ابن كثير.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف:

(1) عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ

الاسم	أبو عبدالله عروة بن الزبير بن عوام بن خويلد بن أسد المدني، الأسدي، القرشي
الشهرة	عروة بن الزبير
المسكن	المدينة، مصر
الرتبة	ثقة، فقيه، مشهور، أحد الفقهاء السبعة
الوفاة	۹۴ھ

حالات

یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں ان کی خدمت میں بہت زمانہ گذارا ہے۔ خود فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے چار سال پہلے میں ان کے علوم ان سے سیکھ چکا تھا اپنی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے بھی روایات نقل کرتے ہیں البتہ والد صاحب کا انتقال ان کے بچپن میں ہو گیا تھا، اس لئے ان سے زیادہ روایات لینے کی نوبت نہیں آئی۔ مکثرین صحابہ میں سے تقریباً تمام سے روایت کرتے ہیں، مدینہ منورہ کے مشہور فقہاء میں ان کا شمار تھا حتی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان سے مسائل معلوم کیا کرتے تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عروۃ بن زبیر سے بڑا عالم مجھے معلوم نہیں، زھری کہتے ہیں کہ عروۃ علم کے بیکراں سمندر تھے، عبدالملک بن مروان ان کی جانب سوالات بھیجا کرتا تھا ان سوالات کے جوابات کو جمع کر کے انہوں نے کتاب المغازی مرتب کی، بہت عبادت گذار تھے ہر روز قرآن مجید کا ربع حصہ تلاوت فرماتے پھر تہجد میں اسی حصہ کو دوبارہ پڑھتے، روزے بھی کثرت سے رکھتے تھے حالت صوم میں ہی ان کا انتقال ہوا۔[1]



[1] سیر اعلام النبلاء۴/۴۲۱، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب۵/۶۷، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب۱/۳۸۳، دار ابن كثير۔

(2) قاسم بن محمد بن أبی بکر رضی اللہ عنہ

الاسم	أبو محمد وابو عبدالرحمن قاسم بن محمد بن أبی بکر المدني، التيمي، القرشي
الشهرة	قاسم بن محمد
المسكن	المدينة
الرتبة	ثقة، أفضل اهل زمانه
الوفاة	۱۰۶ھ

حالات

یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں ان کے والد محمد بن ابی بکر ان کے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہی ان کی پرورش کی ہے، ان کے علاوہ حضرت ابوھریرہ، ابن عمر اور عبداللہ بن عباس سے بھی علم حاصل کیا اس کی تفصیل خود بیان کیا کرتے تھے کہ حضرت عائشہؓ اپنی وفات تک مسائل بیان کیا کرتی تھیں اور میں ہر موقع پر ان کے ساتھ رہتا تھا نیز میں علم کے سمندر حضرت ابن عباس کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا اور حضرت ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کے پاس بھی بیٹھنے کا اتفاق ہوا، لہذا میں مکثرین میں سے ہوگیا، اور ابن عمرؓ تو ورع وتقوی میں بہت بلند مقام کے حامل تھے۔ یہ فقہاء سبعہ میں سے ایک ہیں، یحیٰ بن سعید کہتے ہیں ہم نے مدینہ منورہ میں کوئی شخص ایسا نہیں پایا جسے ہم قاسم بن محمد پر فضیلت دے سکیں۔ ابو الزناد کہتے ہیں ان سے بڑا سنت کا عالم اور کوئی نہ تھا، ابن عیینۃ فرماتے ہیں حضرت عائشہؓ کی احادیث کو زیادہ جاننے والے تین لوگ تھے، عروہ، قاسم اور عمرۃ۔ یحی بن معین فرماتے ہیں عبیداللہ بن عمر عن القاسم عن عائشۃ کی سند تو نے کی جڑاؤ لڑی ہے، روایت باللفظ کا بہت اہتمام کرتے تھے اور روایت بالمعنی کو ناپسند کرتے تھے۔ عبادت وورع میں بھی ممتاز تھے، آخری عمر میں بینائی جاتی رہی، وفات سے قبل وصیت فرمائی کہ جن کپڑوں میں نماز پڑھتا ہوں اس میں کفن دیا جائے۔ ۱۰۶ یا ۱۰۸ھ میں انتقال ہوا۔[1]

❁❁❁

---

[1] سير اعلام النبلاء۴/۴۲۱، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب۵/۶۷، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب۳/۳۸، دار ابن كثير.

(3) عمرة بنت عبد الرحمن

الاسم	عمرة بنت عبد الرحمن بن سعد بن زرارة الأنصارية
الشهرة	عمرة بنت عبد الرحمن الأنصارية
المسكن	المدينة
الرتبة	ثقة
الوفاة	۹۸ھ او ۱۰۶ ھ

حالات

عمرۃ کے دادا اسعد بن زرارۃ صحابی رسول ﷺ ہیں جو انصار کے سردار اسعد بن زرارۃ کے بھائی ہیں، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زیر سایہ پرورش پائی ہے اور ان کی خصوصی تربیت یافتہ تھیں لہذا ان کے علوم کی حامل تھیں، قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ نے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اگر تم طلب علم کا شوق رکھتے ہو تو عمرۃ کی صحبت اختیار کرلو کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پروان چڑھی ہیں، زہری کہتے ہیں جب میں ان کے پاس آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ تو علم کا بحر بیکراں ہیں۔ ان کا نکاح عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن حارثہ انصاری سے ہوا تھا جن سے ان کے بیٹے محمد بن عبد الرحمن انصاری ہوئے جو خود بھی ثقہ راوی ہیں اور اپنی والدہ سے احادیث نقل کرتے ہیں بیٹے کے علاوہ ان کے پوتے حارثہ و مالک اور ان کے بھانجے قاضی ابوبکر بن حزم اور قاضی صاحب کے بیٹے عبد اللہ و محمد بھی ان سے احادیث نقل کرتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے جب تدوین حدیث کا ارادہ کیا تو مدینہ کے والی یہی قاضی ابوبکر بن حزم تھے ان کو خط لکھا کہ گذشتہ دور کی روایات جمع کرو اور بالخصوص عمرۃ بنت عبد الرحمن سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث معلوم کر کے لکھو کے مجھے اس علم کے ضیاع کا اندیشہ ہے۔ ان کی وفات میں قدرے اختلاف ہے معروف قول ۹۸ھ کا ہے۔[1]

❋❋❋

---

(۱) سیر اعلام النبلاء۴/۵۰۷، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب۸/۵۸۰، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۱/۳۹۵، دار ابن كثير.

(4)مسروق بن الأجدع

الاسم	أبو عائشة مسروق بن الأجدع بن مالك الكوفي، الهمداني، الوداعي
الشهرة	مسروق بن الأجدع همداني
المسكن	كوفة
الرتبة	ثقة، فقيه، عابد، مخضرم
الوفاة	٦٣ھ

حالات

مسروق مخضرمین میں سے ہیں ان کے والد یمن کے مشہور قبیلے ہمدان کے سردار تھے دور رسالت میں ان کے خاندان کے کچھ لوگ اسلام لائے تھے جن میں مشہور شہسوار عرب حضرت عمرو بن معدیکرب ؓ بھی ہیں یہ خود اپنے والد کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام لائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں یمن سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نام ونسب معلوم کیا تو ان کے والد کے نام کے بارے میں فرمایا کہ اجدع تو شیطان ہوتا ہے، ان کا نام عبدالرحمن ہے، اس لئے مسروق بن عبدالرحمن بھی کہلاتے ہیں، حضرت عائشہ ؓ ان کو بیٹا کہہ کر پکارتی تھیں، ایک دفعہ فرمایا: یا مسروق إنك من ولدی وإنك لمن أحبهم إلیّ فهل لك علم بالمخدج؟ ایک دفعہ حاضر ہوئے تو فرمانے لگیں میرے بیٹے کے لئے شہد گھولو۔ انہوں نے حضرت عائشہ ؓ کے نام پر اپنی بیٹی کا نام رکھا اسی بناء پر ان کی کنیت ابو عائشہ ہے۔ حضرت عائشہ ؓ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کی کنیت ابو عائشہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھی بڑے شاگرد ہیں، علی بن مدینی فرماتے ہیں میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے مسروق پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا، حضرت احمد بن حنبل ؒ فرماتے ہیں علقمہ کے بعد مسروق ایسے باقی رہ گئے کہ ان پر کسی کو فضیلت نہیں دی جاتی، زبردست شہسوار بھی تھے، جنگ قادسیہ میں ان کا ہاتھ شل ہوگیا اور سر پر بھی گہرا زخم لگا بہت عبادت گذار بھی تھے یہاں تک کہ نماز پڑھتے پڑھتے پاؤں پر ورم آجاتا تھا ان کی بیوی فرماتی ہیں کہ میں ان کے پیچھے بیٹھی ان کی حالت پر رحم کھا کر رویا کرتی تھی، دنیا سے بہت بے رغبت تھے اس بارے میں ان کے اقوال مشہور ہیں، جب انتقال ہونے لگا تو کفن کے لئے بھی رقم نہ تھی، قرض لے کر کفن کا انتظام کیا گیا۔ ٦٣ھ میں انتقال ہوا۔[1]

❁ ❁ ❁

---

(١) سير اعلام النبلاء٤/٤٢١، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب٥/٦٧، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ١/٣٨٣، دار ابن كثير.

(5)أسود بن یزید التمیمی النخعی

الاسم	أبو عبدالرحمن أسود بن یزید التمیمی النخعی
الشهرة	أسود بن یزید النخعی
المسكن	الكوفة
الرتبة	مخضرم، ثقة مكثر فقيه
الوفاة	۷۵ھ

حالات

یہ عبدالرحمٰن بن یزید کے بھائی، عبدالرحمن بن الاسود کے والد، علقمہ بن قیسؒ کے بھتیجے اور ابراھیم نخعیؒ کے ماموں ہیں تو ان کا گھرانہ محدثین کا گھرانہ ہے۔ یہ بھی مخضرمین میں سے ہیں اور جلالت قدر، ثقاہت، علم، عمر ہر اعتبار سے مسروق کی مثل ہیں، دونوں کی عبادت بھی ضرب المثل ہے، اسّی کے قریب حج کئے ہیں حجوں کی تعداد سے لگتا ہے، کہ بلوغت کے بعد زندگی کا کوئی سال حج سے خالی نہیں رہا۔ تلبیہ میں لبیک غفار الذنوب کہا کرتے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی حج کیا ہے، حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھی ایک عرصہ رہے ہیں، اس کثرت سے روزے رکھتے تھے کہ زبان سوکھ کر کانٹا ہوگئی تھی نماز کو اوّل وقت میں اداء کرنے کا بہت اہتمام تھا، رمضان المبارک میں مغرب تا عشاء آرام کر لیتے تھے پھر ساری رات نماز پڑھتے تھے اور دو راتوں میں ایک قرآن مجید مکمل کرلیا کرتے تھے۔ تقریباً ۷۵ھ میں انتقال ہوا۔[1]



(۱) سیر اعلام النبلاء۴/۵۰، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۱/۳۵۱، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۱/۳۱۳، دار ابن كثير.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف

(1) عکرمہ مولی ابن عباس

الاسم	أبو مجالد عكرمة المدني، البربري، القرشي مولاهم
الشهرة	عكرمة مولى إبن عباس رضي الله عنهما
المسكن	المدينة
الرتبة	ثقة ثبت عالم بالتفسير، لم يثبت تكذيبه عن ابن عمر ولا تثبت بدعته
الوفاة	۱۰۴ھ

حالات

عکرمہ نسلا بربری ہیں، ابتداء میں حصین بن الحر عنبری کے غلام تھے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ھبہ کے طور پر دے دیا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو علم سکھانے کے لئے ان کے پاوں میں بیڑی ڈال دی تھی، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیر، دیث، فقہ سب علوم خوب حاصل کئے اور ان کی حیات میں ہی فتوی دینے لگے، بالخصوص تفسیر قرآن میں ان کی مہارت مشہور تھی، مجاہد جیسے ائمہ تفسیر نے بھی فن تفسیر انہی سے حاصل کیا ہے، سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے تھے عکرمہ تفسیر کے سب سے بڑے عالم ہیں اور شعبی کہتے تھے عکرمہ سے زیادہ تفسیر کا جاننے والا اب کوئی نہیں رہا جب تک عکرمہ بصرہ میں رہتے تھے اس وقت تک حسن بصری رحمہ اللہ تفسیر نہیں بیان کرتے تھے، تفسیر حدیث، فقہ کے علاوہ مغازی میں بھی شہرت رکھتے ہیں بعض لوگوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی جانب یہ بات منسوب کی کہ وہ ان کی طرف کذب کی نسبت کرتے تھے، اسی طرح بعض لوگوں نے خوارج کے ساتھ ان کے تعلقات اور صفری یا اباضی ہونے کا الزام بھی ان پر لگایا ہے، لیکن حافظ ذھبی و ابن حجر رحمہ اللہ کے بقول اس طرح کے الزامات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتے، ۱۰۴ یا ۱۰۷ھ میں انتقال ہوا۔[1]

❁❁❁

---

(۱) سير اعلام النبلاء ۱۲/۵، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۱۳۷/۵، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۳۲/۲، دار ابن كثير.

(2)سعید بن جبیر

الاسم	أبو محمد سعيد بن جبير بن هشام الوالبي، الأسدي المكي ثم الكوفي
الشهرة	سعيد بن جبير
المسكن	مكة، كوفة
الرتبة	ثقة ثبت فقيه، وروايته عن عائشة وأبي موسى ونحوهما مرسلة
الوفاة	۹۵ھ

حالات

یہ بنی والبۃ کے مولیٰ تھے جو عرب کے مشہور قبیلے بنی اسد کا ایک خاندان تھا، حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں ایک عرصہ تک رہے، خود فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس آتا تو بسا اوقات اتنی لکھنے کی نوبت آتی کہ میرے پاس موجود کاغذ بھر جاتے اور میں اپنی ہتھیلی اور لباس پر لکھتا تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ان پر اتنا اعتماد تھا کہ اپنی حیات میں ہی ان کو درس حدیث شروع کرنے کا حکم دیا انہوں نے عرض کیا کہ آپ کے موجود ہوتے ہوئے میں کیسے حدیث بیان کروں؟ تو حضرت ابن عباسؓ فرمانے لگے کہ یہ بھی تم پر اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ میری موجودگی میں حدیث بیان کروگے تو اگر صحیح ہوگی تو فبہا ورنہ میں تصحیح کردوں گا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جب بینائی جاتی رہی تو اہل کوفہ جب ان کے پاس کچھ پوچھنے آتے تو فرماتے کہ تم مجھ سے پوچھتے ہو؟ حالانکہ ابن ام دھماء یعنی سعید بن جبیر تم میں موجود ہیں ۔حضرت ابن عمرؓ سے بھی بہت استفادہ کیا حتی کہ جب کوفہ منتقل ہوگئے اور مرجع انام بن گئے تب بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے استفادہ کا سلسلہ جاری رہا فرماتے ہیں کہ جب علماء کوفہ میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو میں اسے لکھ لیتا تھا اور بعد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھ لیا کرتا تھا، میراث کے مسائل کے بھی بڑے ماہر تھے ایک بار حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس میراث کا مسئلہ پوچھنے کے لیے ایک شخص آیا تو انہوں نے فرمایا کہ ابن جبیر کے پاس جاؤ کہ وہ مجھ سے زیادہ حساب جانتے ہیں، خصیف فرماتے ہیں تابعین میں قرآن مجید کی تفسیر کے زیادہ جاننے والے مجاھد ہیں، اور حج کے مسائل میں اعلم عطاء، اور حلال وحرام میں طاؤس اور طلاق کے مسائل میں اعلم سعید بن المسیب ہیں اور سعید بن جبیرؒ ان تمام علوم کے سب سے زیادہ جامع تھے، اشعث بن اسحاق کہتے ہیں

سعید بن جبیر کو جھبذ العلماء کہا جاتا تھا، میمون بن مہران کہتے ہیں سعید بن جبیرؒ نے اس حال میں انتقال کیا کہ روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا جو ان کے علم کا محتاج نہ ہو، عبادت گذاری میں بھی معروف تھے ایک بار بیت اللہ میں ایک رکعت میں قرآن مجید مکمل کیا۔

حجاج بن یوسف نے ان کو شہید کر دیا تھا جس کا قصہ مشہور ہے۔[1]



---

(۱)سیر اعلام النبلاء۴/۳۲۱، مؤسسة الرسالة، تهذیب التهذیب۳/۳۶، دارالحدیث القاهرة، شذرات الذهب۱/۳۸۲، دار ابن کثیر.

(3)مجاھد

الاسم	أبو الحجاج مجاهد بن جبر المكي، المخزومي، القرشي
الشهرة	مجاهد بن جبر
المسكن	مكة
مولی	السائب بن ابی السائب المخزومي
الرتبة	ثقة، امام في التفسير وفي العلم
الوفاة	۱۰۲او ۱۰۳او ۱۰۴ھ

حالات

یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بڑے شاگرد ہیں، تفسیر اور قرآت میں خاص طور سے مہارت رکھتے تھے خود فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے تیس مرتبہ قرآن مجید پڑھا ہے اور تین دفعہ ایسے پڑھا ہے کہ ہر ہر آیت پر رک کر اس کا شان نزول اور احکام معلوم کیا کرتا تھا، اسی محنت کا نتیجہ تھا کہ تفسیر میں امام ہو گئے، خصیف فرماتے ہیں کہ مجاھد تفسیر کے سب سے بڑے عالم ہیں، طبیعت میں سادگی تھی لباس بہت سادہ پہنتے تھے اعمش کہتے ہیں کہ مجاھد ایسے دکھائی دیتے تھے جیسے کوئی بوجھ اٹھانے والا مزدور ہو لیکن جب کلام کرتے تھے تو گویا ان کے لبوں سے موتی جھڑتے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بھی رہے ہیں فرماتے تھے میں ان کی خدمت کرنا چاہتا تھا لیکن وہ میری خدمت کیا کرتے تھے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ میں گھوڑے پر سوار ہونے لگا تو انہوں نے رکاب پکڑ لی، ابن خراش کہتے ہیں حضرت عائشہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی روایات مرسل ہیں، اسفار کے اور ان مقامات کے دیکھنے کا جن کا تذکرہ قرآن وسنت میں آیا ہے بہت شوق رکھتے تھے۔ ابو نعیم کہتے ہیں ۱۰۲ھ میں حالت سجدہ میں ان کا انتقال ہوا۔[1]



---

(۱) سیر اعلام النبلاء۴/۴۴۹، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب۶/۶۰۵، دارالحدیث القاهرة.

(4)طاوؤس

الاسم	أبو عبدالرحمن طاوؤس بن كيسان اليمني الجندي الهمداني
الشهرة	طاوؤس بن كيسان اليماني
المسكن	اليمن
الرتبة	ثقة فقيه فاضل
الوفاة	۱۰۶ھ

حالات

ھمام بن منبّہ کی طرح یہ بھی ابناء فارس میں سے ہیں جو کسری کے بھیجے ہوئے لشکر کی اولاد ہیں کہا جاتا ہے کہ ان کا اصل نام ذکوان تھا اور طاوٴس لقب ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ بحیر بن ریسان حمیری کے مولی ہیں اور بعض دیگر کہتے ہیں کہ ان کی موالات قبیلہ ھمدان کے ساتھ ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اجلّ شاگردوں میں سے ہیں اور ایک زمانہ ان کے ساتھ گذرا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے میرا غالب گمان یہی ہے کہ طاوٴس جنتی ہیں۔ اور قیس بن سعد کہا کرتے تھے کہ طاوٴس ہم میں ایسے ہی ہیں جیسے ابن سیرین اھل بصرہ میں ہیں، ابن حبّان کہتے ہیں طاوٴس اھل یمن کے عبادت گذار لوگوں میں سے تھے اور سادات تابعین میں سے تھے مستجاب الدعوات تھے، چالیس حج کئے، ابن معینؒ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگردوں میں انہیں حضرت سعید بن جبیر کے مساوی قرار دیتے ہیں، حضرت عمرو بن دینارؒ ان کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں، ۱۰۶ھ میں انتقال ہوا۔[1]



(۱) سير اعلام النبلاء ۵/۳۸، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۳/۴۳۷، دارالحديث القاهرة.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف:

(1) عطاء بن أبی رباح

الاسم	أبو عطاء بن اسلم (أبو رباح) القرشي المكّي
الشهرة	عطاء بن ابی رباح
المسكن	مكه
مولى	بني جمح
الرتبة	ثقة فقيه فاضل لكنه كثير الارسال
الوفاة	۱۱۴ھ

حالات

یہ بھی کبار تابعین میں سے ہیں خود فرماتے ہیں کہ میں نے دوسو صحابہ سے ملاقات کی ہے مفتی حرم ہیں، علی بن مدینی کہتے ہیں اہل مکہ کا فتوی ان پر اور مجاھد پر منتھی ہوتا ہے اور ان دونوں میں سے بھی زیادہ عطاء کے فتاوی ہیں، بالخصوص حج کے مسائل کے بڑے ماہر شمار کئے جاتے ہیں، ابوجعفر، ابوحازم وغیرہ متعدد حضرات سے منقول ہے کہ حج کے مسائل کا ان سے بڑا جاننے والا کوئی نہ تھا، خود بھی ستر سے زیادہ حج کئے ہیں، یہ سیاہ رنگ کے تھے آنکھوں میں بھی فرق تھا، ہاتھ بھی کٹ گیا تھا، موالی میں سے تھے لیکن علم وفضل نے انہیں امام بنادیا، یہاں تک کہ بادشاہ بھی ان کے علم کے محتاج تھے، امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں میں نے اپنی زندگی میں جتنے لوگوں سے بھی ملاقات کی ہے ان میں عطاء سے افضل کسی کو نہیں دیکھا، البتہ یہ چونکہ ہر کسی سے روایت لے لیا کرتے تھے لہذا ان کی مرسلات ضعیف شمار ہوتی ہیں۔ اور آخری عمر میں اختلاط کا بھی شکار ہوئے لیکن اس زمانے کی روایات ان کی بہت کم ہیں ۱۱۴ھ میں انتقال ہوا۔[1]

❁❁❁

---

(۱) سیر اعلام النبلاء۵/۷۸، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب۵/۸۳، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب۲/۶۹، دار ابن كثير.

(2)أبو الزبير المكی

الاسم	أبو الزبير محمد بن مسلم بن تدرس الأسدي المكي
الشهرة	أبو الزبير مكي
المسكن	المكة
مولی	حکیم بن حزام
الرتبة	صدوق الا أنّه یدلس
الوفاة	۱۲۶ھ

حالات

یہ صحابہ میں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ صغار صحابہ جیسے حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کرتے ہیں، پر ان کے بارے میں یہ بات معروف ہے کہ یہ تدلیس کرتے تھے، لہذا اگر حدثنا یا سمعتُ جابرا کہیں تو ان کی روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے متصل سمجھی جاتی ہے عن جابر والی روایت میں تدلیس کا احتمال ہوتا ہے۔ ان کے بارے میں ائمہ محدثین کا اختلاف رہا ہے کہ ان کی روایت حجّت ہے یا نہیں، حافظ یحیٰ بن معین اور امام نسائی ان کو ثقہ قرار دیتے ہیں ابو حاتم، ابوزرعہ اور شعبہ وغیرہ ان کی روایت کو قابل حجّت نہیں سمجھتے، حافظ ابن عدیؒ فرماتے ہیں یہ بذات خود تو ثقہ ہیں ان سے بعض ضعفاء نے روایت کی ہے جس کی وجہ سے مسئلہ پیدا ہوا، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ جیسی باتیں ان کے بارے میں کہی گئی ہیں وہ تو زہری اور قتادہ جیسے لوگوں کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہیں، درحقیقت ان کی جانب جو چیزیں منسوب کی گئی ہیں یعنی تدلیس تو وہ مطلقا راوی کے ضعف کا سبب نہیں بنتیں۔ باقی حافظہ ان کا اچھا تھا خود فرماتے ہیں عطاء بن ابی رباح مجھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ہاں آگے کیا کرتے تاکہ میں ان کی روایت محفوظ کرسکوں، امام بخاریؒ بھی ان کی روایت دوسروں کی روایت کے ساتھ ملا کر لائے ہیں۔ ۱۲۶ھ میں انتقال ہوا۔[1]

---

[1] سیر اعلام النبلاء ۵/ ۳۸۰، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۶/ ۴۸۰، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲/ ۳۴۷، دار ابن كثير.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف:

(1)ابو صالح ذکوان

(ان کا تعارف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کے تعارف میں گذر چکا ہے)

(2)عطاء بن یسار

الاسم	ابو محمد عطاء بن یسار الهلالی المدنی
الشهرة	عطاء بن یسار
المسکن	المدینة، المصر، الشام
مولی	ام المؤمنین میمونة رضی اللہ عنہا
الرتبة	ثقة فاضل
الوفاة	۹۴ھ

حالات

یہ بھی کبار تابعین اور بڑے علماء میں سے ہیں، ان کا وعظ مشہور تھا، عبرت و نصیحت کے قصے بکثرت بیان کرتے تھے، بڑے عابد و زاہد تھے، ابو حازم کہتے ہیں ان سے زیادہ مسجد نبوی کو لازم پکڑنے والا شخص میں نے کوئی نہیں دیکھا، ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مولیٰ ہیں، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت ابوھریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کے سماع میں کچھ اختلاف ہے۔ مصر اور شام میں بھی رہے ہیں۔ اسکندریہ میں ۹۴ھ میں انتقال ہوا۔[1]

❁❁❁

[1] سیر اعلام النبلاء۴/۴۴۸، مؤسسة الرسالة، تهذیب التهذیب۲/۴۶۰، دارالحدیث القاهرة، شذرات الذهب۲/۱۹، دار ابن کثیر.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف:

(1) علقمة بن قيس

الاسم	أبو شبل علقمة بن قيس بن عبدالله النخعي الكوفي
الشهرة	علقمة بن قيس النخعي
المسكن	الكوفة
الرتبة	ثقة ثبت فقيه عابد
الوفاة	

حالات

یہ کوفہ کے مشہور فقیہ، عالم اور قاری ہیں، اسود اور عبدالرحمن بن یزید کے چچا اور فقیہ عراق ابراھیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے خاص الخاص شاگرد ہیں، ان دونوں حضرات کے انتقال کے بعد کوفہ میں یہی مرجع خلائق تھے حالانکہ صحابہ بکثرت موجود تھے، یہ عام وفضل، عادات واخلاق، ورع و پرہیزگاری ہر چیز میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بہت مشابہ تھے، فقہ میں حضرت ابن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا علم بھی محفوظ کیا تھا لہذا نہ صرف خود بہت فقیہ تھے بلکہ ان سے علم حاصل کرنے والے جیسے ابراہیم النخعی اور شعبی وغیرہ ائمہ فقہاء میں سے ہوئے۔ ان کا حافظہ بھی مشہور ہے۔[1]



(۱) سیر اعلام النبلاء ۵۳/۴، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۱۴۷/۵، دارالحديث القاهرة، شذرات الذهب ۲۸/۱، دار ابن كثير.

(2)أبو وائل شقيق بن سلمة

الاسم	أبو وائل شقيق بن سلمة الأسدي الكوفي
الشهرة	أبو وائل شقيق بن سلمة
المسكن	الكوفة
الرتبة	ثقة مخضرم
الوفاة	مات في خلافة عمر بن عبد العزيز

حالات

یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی نوبت نہیں آئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد ان کا قبیلہ بنو اسد مرتد ہوگیا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں نے ان سے جہاد کیا، یہ لوگ شکست کھا کر بھاگے، اس وقت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے تھے میں اس وقت گیارہ سال کا تھا اور فرار کے دوران اونٹ سے ایسے گرا کہ قریب تھا کہ میری گردن ٹوٹ جاتی، اگر میں اس دن مرجاتا تو یقیناً جہنم میں چلا جاتا، تو خود پر اللہ تعالیٰ کا احسان بیان کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت فرمائی، پھر یہ مدینہ حاضر ہوئے اور متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا حتی کہ ائمہ کبار میں سے ہوگئے، عمرو بن مرۃ کہتے ہیں یہ کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی احادیث کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی کبار صحابہ جیسے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عائشہ، معاذ بن جبل وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ یحیٰی بن معین سے کسی نے ان کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے وہ ثقہ ہیں اور ان کی مثل لوگوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا۔ انہوں نے دو ماہ میں قرآن مجید یاد کیا تھا، ابراھیم نخعی ان کی بہت تعظیم کرتے اور فرماتے یہ مجھ سے بہتر ہیں، حافظ ذھبی فرماتے ہیں یہ بلاشبہ علم وعمل کے سردار تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔[1]



---

(۱)سير اعلام النبلاء ۱۶۱/۴، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۳۴ ،۰/۳، دارالحديث القاهرة.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ کا مفصل تعارف :

(1)قیس بن أبی حازم

الاسم	قيس بن أبي حازم البجلي الكوفي
الشهرة	قيس بن أبي حازم
المسكن	الكوفة
الرتبة	ثقة مخضرم، ويقال له رؤية
الوفاة	بعد ٩٠هـ

حالات

یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے زمانہ جاہلیت بھی پایا ہے، کہا جاتا ہے کہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بھی نصیب ہوئی ہے لہذا یہ صحابی ہیں لیکن خود فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کے لئے مدینہ حاضر ہوا، مگر آپ کا وصال ہو چکا تھا بہر حال کبار تابعین میں سے تو ضرور ہیں یہ واحد راوی ہیں جو تمام عشرہ مبشرہ سے روایت نقل کرتے ہیں، اور بعض کا کہنا یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی نوبت نہیں آئی باقی نو سے روایت کرتے ہیں۔ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کوفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے روایت کرنے والا قیس بن ابي حازم سے زیادہ کوئی نہیں تھا، اور ابوداوود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تابعین میں سے سب سے زیادہ عمدہ سند قیس کی ہے۔ یحیٰ بن معین انہیں امام زہری اور سائب بن یزید سے زیادہ ثقہ قرار دیتے ہیں، البتہ بعض نے ان کی چند روایات کو منکر قرار دیا ہے لیکن وہ چند ایک روایات ہیں، ان کی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی اور آخر میں عقل میں کچھ تغیّر ہو گیا تھا ۹۰ھ کے بعد انتقال ہوا۔[1]



---

(۱) سير اعلام النبلاء ۱۹۸/۴، مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۲۶/۶، دارالحديث القاهرة.

(2) عَبِیْدة السلمانی

الاسم	أبو عمرو عبيدة بن عمرو السلمانی المرادي الكوفي
الشهرة	عبيدة السلماني
المسكن	الكوفة
الرتبة	مخضرم فقيه ثبت
الوفاة	قبل ۷۰ھ

حالات

عبیدہ فتح مکہ کے سال یمن کے علاقے میں اسلام لائے تھے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی نوبت نہ آئی لہذا یہ بھی کبار تابعین میں سے ہیں، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خاص الخاص شاگردوں میں سے ہیں، حدیث اور فقہ دونوں میں بڑے پائے کے عالم تھے، مشہور محدث عمرو بن علی الفلاس ان کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سند کو اصح الاسانید قرار دیتے ہیں، ابن سیرین فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے بعض حضرت علقمہ کو فوقیت دیتے تھے اور بعض عبیدہ کو البتہ اس پر سب کا اتفاق تھا کہ شریح کا مرتبہ ان دونوں سے کم تھا، یہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ خود بھی عبیدۃ سے بکثرت نقل کرنے والوں میں سے ہیں، ابن سیرین فرماتے ہیں ایک دفعہ میں نے ان سے عرض کیا کہ ہمارے پاس حضرت انس رضی اللہ عنہ کا دیا ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موئے مبارک موجود ہے تو فرمانے لگے کہ اگر مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موئے مبارک مل جائے تو یہ میرے لئے روئے زمین پر موجود ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہوگا۔علامہ ذھبی یہ واقعہ نقل کر کے لکھتے ہیں یہ ان کے کمال محبت کی دلیل ہے۔وفات میں کچھ اختلاف ہے بقول حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ۷۰ھ سے قبل انتقال والا قول اصح ہے۔[1]

(3) علقمہ بن قیس (ان کا تعارف گذر چکا ہے)



[1] سیر اعلام النبلاء ۴/۴۰ مؤسسة الرسالة، تهذيب التهذيب ۴/۴۲۲، دارالحديث القاهرة.

{تمرين لمعرفة السند}

باب ما جاء أن مفتاح الصلاة الطهور

1 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، وَهَنَّادٌ ، وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ ، قَالُوا : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ سُفْيَانَ ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ ، عَنْ عَلِيٍّ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ. هَذَا الْحَدِيثُ أَصَحُّ شَيْءٍ فِي هَذَا الْبَابِ وَأَحْسَنُ. وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ هُوَ صَدُوقٌ ، وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ .

2 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، وَهَنَّادٌ، قَالَا : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ : "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ، قَالَ : اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ" قَالَ شُعْبَةُ : وَقَدْ قَالَ مَرَّةً أُخْرَى : أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبِيثِ أَوِ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ .

3 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، قَالَا : حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ ، عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ : نهى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِبَوْلٍ ، فَرَأَيْتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ بِعَامٍ يَسْتَقْبِلُهَا .

4 حَدَّثَنَا هَنَّادٌ ، قال : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ، فَبَالَ عَلَيْهَا قَائِمًا ، فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوءٍ، فَذَهَبْتُ لِأَتَأَخَّرَ عَنْهُ ، فَدَعَانِي حَتَّى كُنْتُ عِنْدَ عَقِبَيْهِ، فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ.

5 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَمَسَّ الرَّجُلُ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ ، وَفِي الْبَاب عَنْ عَائِشَةَ ، وَسَلْمَانَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَأَبُو قَتَادَةَ، اسْمُهُ الْحَارِثُ بْنُ رِبْعِيٍّ .

6 حَدَّثَنَا هَنَّادٌ ، وَقُتَيْبَةُ ، قَالَا : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ، قَالَ : خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ ، فَقَالَ : الْتَمِسْ لِي ثَلَاثَةَ أَحْجَارٍ ، قَالَ : فَأَتَيْتُهُ بِحَجَرَيْنِ وَرَوْثَةٍ ، فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ ، وَأَلْقَى الرَّوْثَةَ ، وَقَالَ : إِنَّهَا رِكْسٌ ، وَهَكَذَا رَوَى قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ هَذَا الْحَدِيثَ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ نَحْوَ حَدِيثِ إِسْرَائِيلَ ، وَرَوَى مَعْمَرٌ ، وَعَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ، وَرَوَى زُهَيْرٌ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ أَبِيهِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ، وَرَوَى زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ، وَهَذَا حَدِيثٌ فِيهِ اضْطِرَابٌ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ ، قَالَ : سَأَلْتُ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ عَبْدِ اللهِ ، هَلْ تَذْكُرُ مِنْ عَبْدِ اللهِ شَيْئًا؟ قَالَ : لَا . سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ : أَيُّ الرِّوَايَاتِ فِي هَذَا عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ أَصَحُّ؟ فَلَمْ يَقْضِ فِيهِ بِشَيْءٍ ، وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هَذَا ، فَلَمْ يَقْضِ فِيهِ بِشَيْءٍ وَكَأَنَّهُ رَأَى حَدِيثَ زُهَيْرٍ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ، أَشْبَهَ ، وَوَضَعَهُ فِي كِتَابِ الْجَامِعِ ، وَأَصَحُّ شَيْءٍ فِي هَذَا عِنْدِي حَدِيثُ إِسْرَائِيلَ ، وَقَيْسٍ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ، لِأَنَّ إِسْرَائِيلَ أَثْبَتُ وَأَحْفَظُ لِحَدِيثِ أَبِي إِسْحَاقَ مِنْ هَؤُلَاءِ ، وَتَابَعَهُ عَلَى ذَلِكَ قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ ، وَسَمِعْتُ أَبَا مُوسَى مُحَمَّدَ بْنَ الْمُثَنَّى ، يَقُولُ : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ مَهْدِيٍّ ، يَقُولُ : مَا فَاتَنِي الَّذِي فَاتَنِي مِنْ حَدِيثِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، إِلَّا لِمَا اتَّكَلْتُ بِهِ عَلَى إِسْرَائِيلَ ، لِأَنَّهُ كَانَ يَأْتِي بِهِ أَتَمَّ . وَزُهَيْرٌ فِي أَبِي إِسْحَاقَ لَيْسَ بِذَاكَ لِأَنَّ سَمَاعَهُ مِنْهُ بِأَخِرَةٍ ، وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ ، يَقُولُ : سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ ، يَقُولُ : إِذَا سَمِعْتَ الْحَدِيثَ عَنْ زَائِدَةَ ، وَزُهَيْرٍ ، فَلَا تُبَالِي أَنْ لَا تَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِهِمَا إِلَّا حَدِيثَ أَبِي إِسْحَاقَ ، وَأَبُو إِسْحَاقَ اسْمُهُ عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللهِ السَّبِيعِيُّ الْهَمْدَانِيُّ ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ ، لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ وَلَا يُعْرَفُ اسْمُهُ .

7 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ ، قَالَا : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ مُعَاذَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ : مُرْنَ أَزْوَاجَكُنَّ أَنْ يَسْتَطِيبُوا بِالْمَاءِ ، فَإِنِّي أَسْتَحْيِيهِمْ ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ ، وَفِي الْبَابِ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيِّ ، وَأَنَسٍ ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ . هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

8 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ : رَدَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ التَّبَتُّلَ وَلَوْ أَذِنَ لَهُ لَاخْتَصَيْنَا : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

9 حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ الْأَعْمَشِ ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَنَحْنُ شَبَابٌ لَا نَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ ، فَقَالَ : يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ ، عَلَيْكُمْ بِالْبَاءَةِ ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ ، فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ ، فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ : هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

10 أَبْوَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَاب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْهَجْرِ لِلْمُسْلِمِ . حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ يَلْتَقِيَانِ فَيَصُدُّ هَذَا وَيَصُدُّ هَذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ قَالَ وَفِي الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَأَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَهِشَامِ بْنِ عَامِرٍ وَأَبِي هِنْدٍ الدَّارِيِّ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

❁❁❁


حصہ سوم


نقشہ جات

پہلا مرحلہ: امام ترمذی کے مشہور مشائخ



جامع ترمذی کی کُل روایات: 3956

مذکورہ مشائخ سے کل روایات 2525

مدار الأسانيد حضرات کا پہلا طبقہ

مکۃ المکرمہ

1- عمرو بن دینار

مدینۃ المنورہ

2- ابن شہاب الزہری

بصرہ

3- یحی بن ابی کثیر

4- قتادۃ بن دعامۃ

کوفہ

5- ابو اسحاق السبیعی

6- سلیمان بن مہران الاعمش

مدار الأسانید حضرات کا دوسرا طبقہ

واسط
1. سفیان بن سعید بن مسروق الثوری

شام
2. عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی

مکۃ المکرمہ
3. ہشیم بن بشیر

مدینۃ المنورہ
4. عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج
5. سفیان بن عیینہ

مدینۃ المنورہ
6. مالک بن انس
7. محمد بن اسحاق بن یسار

بصرہ
8. سعید بن ابی عروبہ
9. حماد بن سلمۃ البصری
10. ابو عوانہ الوضاح بن عبداللہ الیشکری
11. شعبۃ بن الحجاج
12. معمر بن راشد البصری

مدار الاسانید حضرات کا تیسرا طبقہ

01 یحییٰ بن آدم

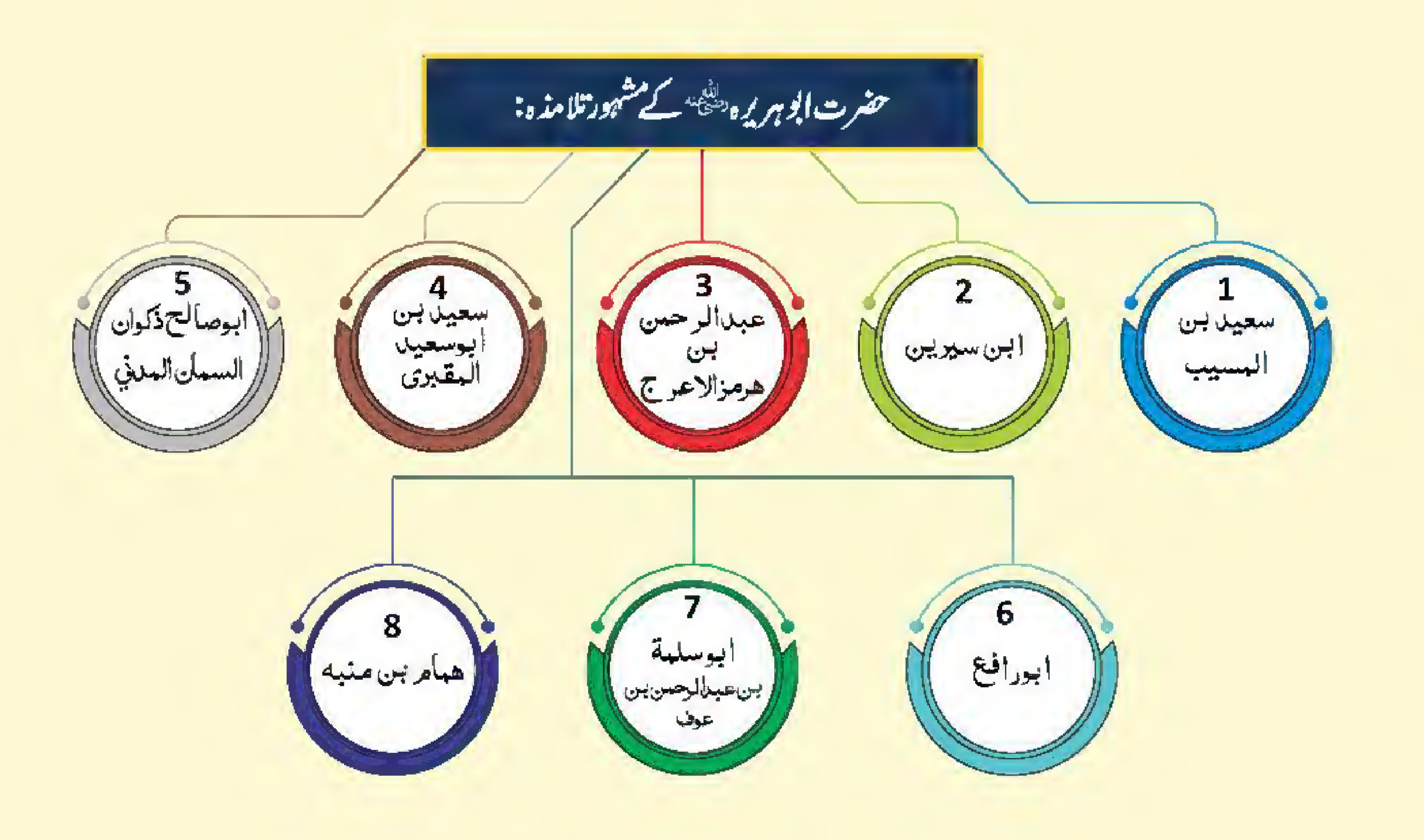
02 یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ

03 یحییٰ بن سعید القطان

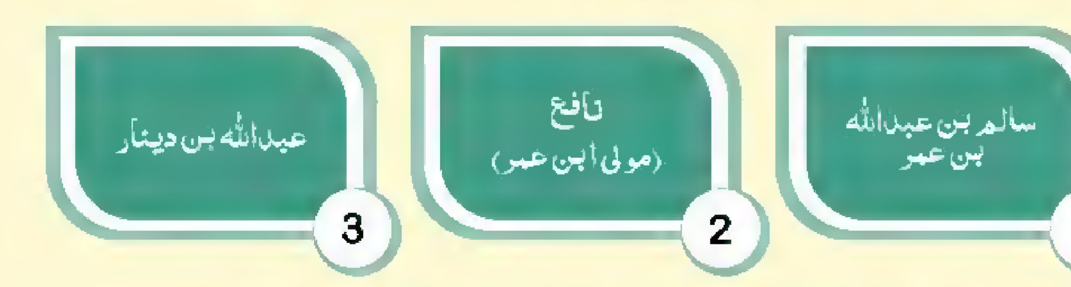
04 عبداللہ بن مبارک حنظلی

05 عبدالرحمٰن بن مہدی

06 وکیع بن جراح بن ملیح


حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ:
1
سعید بن
المسیب
2
ابن سیرین
3
عبد الرحمن
بن
ہرمز الاعرج
4
سعید بن
ابوسعید
المقبری
5
ابوصالح ذکوان
السمان المدنی
6
ابورافع
7
ابوسلمۃ
بن عبد الرحمن بن
عوف
8
ھمام بن منبہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ



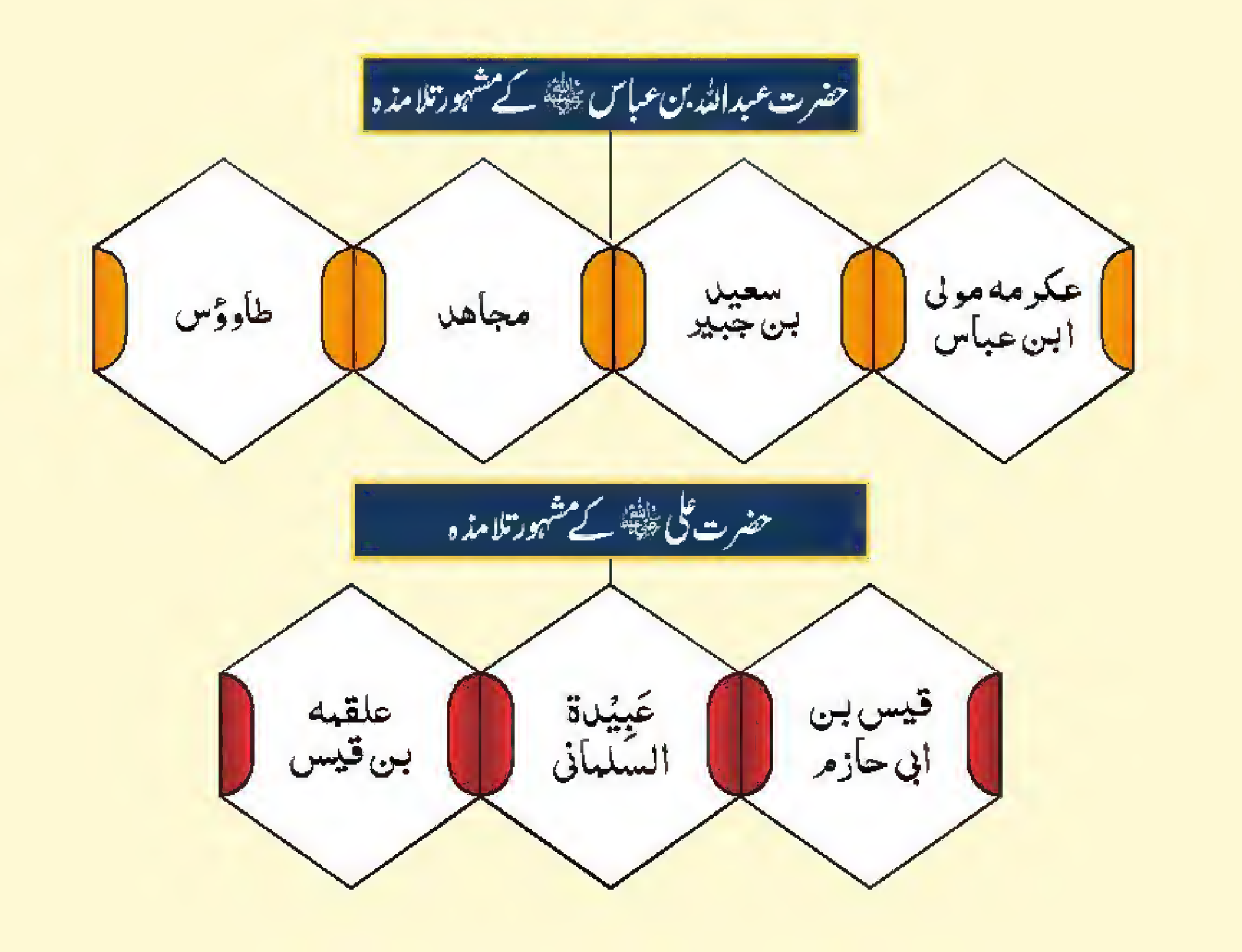
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ

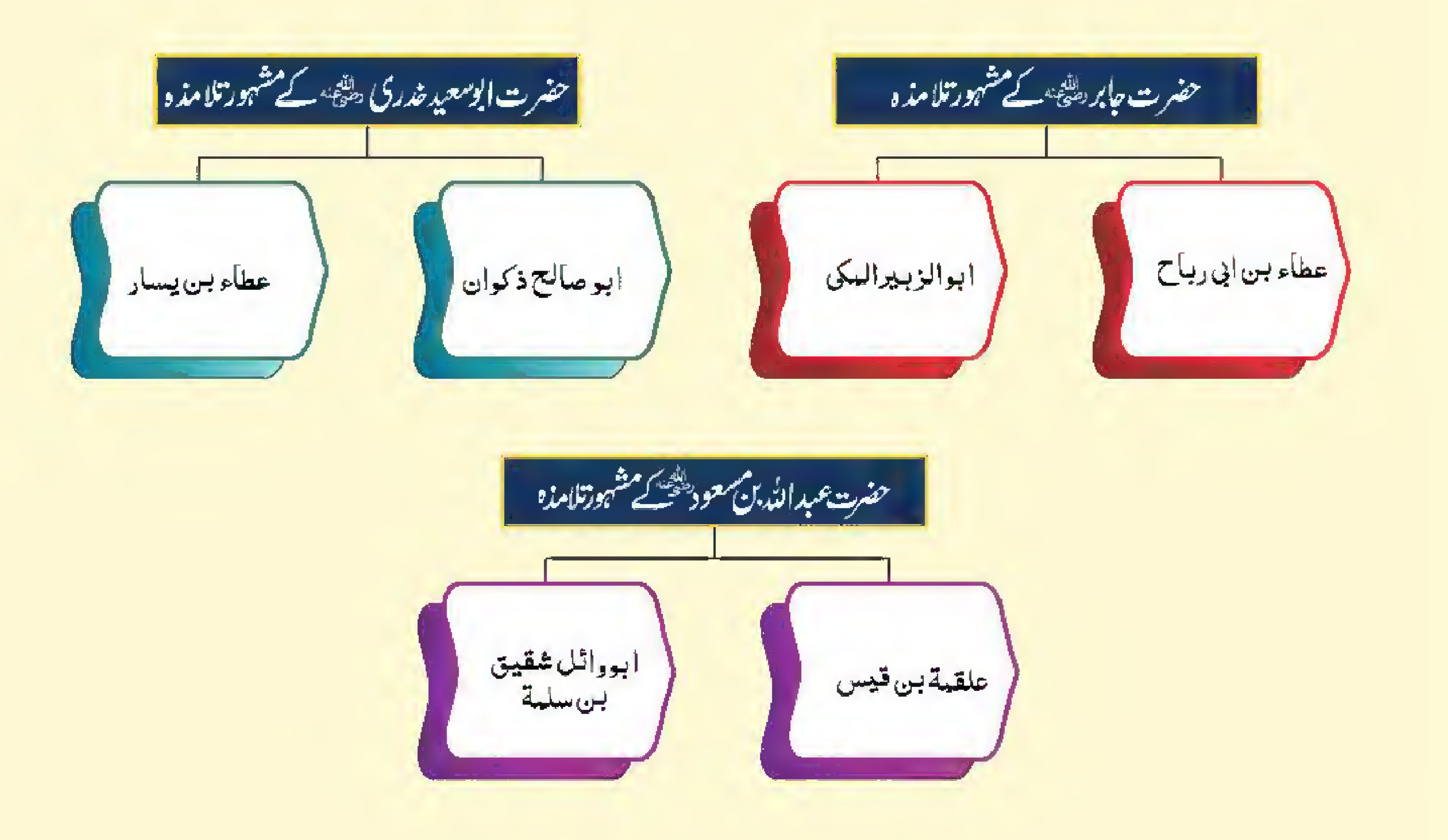







حضرت عائشہ ؓ کے مشہور تلامذہ
1
عروۃ بن الزبیر
2
قاسم بن محمد
بن ابو بکر
3
عمرۃ بنت
عبدالرحمن
4
مسروق
بن الاجدع
5
اسود بن یزید
التمیمی النخعی


حضرت عبداللہ بن عباس ﷛ کے مشہور تلامذہ
عکرمہ مولیٰ ابن عباس
سعید بن جبیر
مجاہد
طاؤس
حضرت علی ﷛ کے مشہور تلامذہ
قیس بن ابی حازم
عَبِیدۃ السلمانی
علقمہ بن قیس


حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ
عطاء بن ابی رباح
ابو الزبیر المکی
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ
ابو صالح ذکوان
عطاء بن یسار
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ
علقمۃ بن قیس
ابو وائل شقیق
بن سلمۃ

مصادر ومراجع

1- القرآن الكريم	
2- الصحاح الستة	
3- المحدث الفاصل بين الراوي والواعي	حسن بن عبدالرحمن بن خلاد الرامهرزي
4- معرفة علوم الحديث	ابو عبدالله محمد بن عبدالله الحاكم النيسابوري
5- الكفاية في علم الراوية	الخطيب البغدادى
6- الإلماع	قاضى عياض
7- مشاهير علماء الامصار	ابن حبّان
8- الانساب	ابو سعد السمعاني
9- اللباب في تهذيب الانساب	عزّالدين ابن الاثير الجزري
10- شرح علل الترمذي	ابن رجب الحنبلي
11- تذكرة الحافظ	شمس الدين محمد بن احمد بن عثمان الذهبي
12- المعين في طبقات المحدثين	شمس الدين محمد بن احمد بن عثمان الذهبي
13- سيراعلام النبلاء	شمس الدين محمد بن احمد بن عثمان الذهبي
14- تهذيب الكمال	جمال الدين ابو الحجاج يوسف المزّي
15- تهذيب التهذيب	أحمد بن علي بن حجر العسقلاني
16- تقريب التهذيب	أحمد بن علي بن حجر العسقلاني
17- طبقات الحفاظ	جلال الدين عبدالرحمن بن أبي بكر السيوطي
18- المغني في ضبط اسماء الرجال	محمد طاهر بن علي الفتنى
19- الإسناد من الدين	عبدالفتاح ابوغدّة
20- معرفة رواة المكثرين وأثبت أصحابهم	فهد بن عبدالعزيز عمّار
21- فوائد جامعة شرح عجاله نافعة	الدكتور العلاّمة عبدالحليم النعماني الجشتي
22- امام ابن ماجة اور علم حديث	مولانا عبدالرشيد النعماني

مؤلف کی دیگر تألیفات





- معرفت سند میں پہلا قدم
- محدثین کے قوی حافظہ کا راز
- موجودہ دور میں معرفت سند کی اہمیت وضرورت
- مکثرین صحابہؓ اور اُن کے مشہور تلامذہ کا تعارف
- مدار الأسانید حضرات محدثین کا تعارف
- امام ترمذیؒ کے مشہور مشائخ کا تعارف
- سند حدیث کے مختلف حصوں کی شناخت کا طریقہ کار

عصر ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ)